شبابِ فطرت

شاعرِ حقیقت قیصر بارہوی

maablib.org

مجلہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل	ایک ہزار
سالِ طبع	۱۹۶۹ء
کتابت	تمکین ابنِ وزیر شیرازی
مطبوعہ	استقلال پریس لاہور
قیمت	پانچ روپے

مکتبۂ تمکین

بلاک نمبر ۱۹ سرگودھا

شاعر حسینیت قیصر بارھوی

maablib.org

تقدیم

مدت سے افرادِ ملت اور احبابِ گرامی قدر کا تقاضہ تھا کہ اپنے خلوص کا سرمایہ کتابی صورت میں ظاہر کروں۔ الحمد للہ۔ وہ ساعت آہی گئی اور "شبابِ فطرت" کے عنوان سے ایک حقیر تحفہ سرکارِ شہادت، تاجدارِ انسانیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں!

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

شاعرِ حسینیت قیصر بارہوی

اِنتساب

اُن بہتّر خدا شناس مجاہدوں کے نام ــــــ

جو دس محرم سنہ ۶۱ھ کو میدانِ کربلا میں انسانیت کی

تاریخ اپنے لہو سے مکمل کر رہے تھے۔

maablib.org

دُرِّ یتیم

انسان! رہنمائے حقیقت تلاش کر

maablib.org

خلا میں چاند کے نزدیک جا رہا ہے بشر
ہوا کے فرش پہ خیمے لگا رہا ہے بشر
ستارو! قصۂ معراج تم سُنا دینا
کہ اب یقین کی منزل پہ آ رہا ہے بشر

مولا نے دِل کے ٹکڑوں کو عترت پکار کے
قرآں سے اشتباہ کے پردے اُٹھا دیئے
اپنی ردا میں اپنوں کو لے کر رسولؐ نے
دنیا کو لفظِ آل کے معنیٰ بتا دیئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان! رہنمائے حقیقت تلاش کر
سرچشمۂ نوازشِ رحمت تلاش کر
بے فائدہ نہ رنج کی صورت تلاش کر
جو تیرے کام آئے وہ دولت تلاش کر
کیوں جستجو ہے منزلِ بے سود کے لئے
دریا کو چھان گوہرِ مقصود کے لئے

(۲)

دریا ہے کائنات کی تاریخ کا ورق
اوّل ہے جس میں مقصدِ تخلیق کا سبق
لازم ہے شرحِ گلشنِ ہستی بہ عینِ حق
خود ہی کہے گا تجھ سے ہر اک عالمِ نسق
اِس کارواں کے نظم کی رُوح رواں بھی ہے
بزمِ جہاں میں صورتِ جانِ جہاں بھی ہے

(۳)

یُوں تو ہزار رنگ کے جلوے ہیں آشکار
جن پر ہزار مکر و فریب و ریا نثار
گلہائے کاغذی سے نہیں رشتۂ بہار
عقل و نظر کی بات پہ زیبا ہے اعتبار
دُھندلی ہو روشنی تو فریبِ نظر سمجھ
جو شمع کام آئے اُسے راہبر سمجھ

(۴)

تقدیرِ زندگی کے صحیفے پہ کر نظر
آتی ہے صاف عالمِ تحریر سے خبر
پھرتا ہے کیوں تلاشِ حقیقت میں دربدر
نُورِ خُدا ملے گا فقط مُصطفٰےؐ کے گھر
آنکھوں سے ڈھونڈلے جو تجلّی شناس ہے
اللہ کا جمال محمّدؐ کے پاس ہے

۵

یہ فرشِ آب و خاک یہ بے چوبہ سائباں
بادل نما ہوا کے سمندر میں کشتیاں
یہ چاند یہ ستارے یہ پُر نور کہکشاں
سُورج کی پرورش میں یہ پھولوں بھرے بوستاں
جلوہ دِکھا دِکھا کے خدائی نظام کا
کلمہ سُنا رہے ہیں محمدؐ کے نام کا

۶

یہ خوشنما پہاڑوں کے دامن میں سبزہ زار
جن میں سحر کی چھاؤں سے اِک شبنمی خمار
یہ متصل سرور میں تسبیحِ آبشار
جیسے بلندیوں سے برستی ہوئی بہار
میخانۂ الست کا ساغر پیئے ہوئے
ہیں شانِ مصطفٰےؐ میں قصیدہ لئے ہوئے

(۷)

یہ وادیوں میں زیورِ کہسار بے شمار
جس کی چمک دمک پہ عروسِ خِرد نثار
یاقوتِ سُرخ نیلم و الماس کی بہار
حُسنِ عقیق و لعلِ بدخشاں کے لالہ زار
جلوہ نمائیوں میں جسے اِنہماک ہے
یثرب کے تاجدار کے قدموں کی خاک ہے

(۸)

دریا کی موج موج کا اندازِ ہست و بُود
ساحل پہ سبز پوش نباتات کا سجُود
پانی کے آئینے میں کمالِ فلک نمُود
ٹھنڈی ہوا میں نکہتِ فردوس کا ورُود
منظر تمام عالمِ کیف و سرور کا
صدقہ ہے صرف احمدِ مرسل کے نُور کا

۹

صحنِ چمن میں پھولوں کی چادر شفق نشاں
اور اس پہ رنگ رنگ کی خوش رنگ تتلیاں
قدرت کی بولتی ہوئی رنگین داستاں
جیسے حیات قوسِ قزح میں رواں دواں
ہر شعبۂ لطیف حسیں کائنات کا
افسانہ کہہ رہا ہے محمدؐ کی ذات کا

۱۰

جھیلوں میں یہ کنول کی دل آویز ڈالیاں
قربان جن کے حسن پہ نازک خیالیاں
پانی پہ تیرتی ہوئی چاندی کی تھالیاں
یا پردہ پوش حوروں کے ہاتھوں میں پیالیاں
جتنے حسین حسن کی ان بستیوں میں ہیں،
سب احمدی شراب کی سرمستیوں میں ہیں

۱۱

یہ صبح کی لطافتِ رنگیں کا ہر ورق
یہ جنتِ نسیم کی خوشبو طبق طبق
یہ سرمئی نقاب میں دوشیزۂ شفق
تجدیدِ حُسن پر یہ فضائیں عرق عرق
خود کو وفا کے تیر سے گھائل کئے ہوئے
ہیں عشقِ آفتابِ مدینہ لئے ہوئے

۱۲

مینا بدوش کالی گھٹاؤں کا یہ نظام
اور اُس پہ ڈوبتے ہوئے سورج کا سُرخ دام
لیلائے شب کے دستِ حنائی میں پاک جام
یا صاحبانِ ہوش کو پینے کا اِذنِ عام
ہر زندگی فضاؤں کی میکش اداؤں میں
پیدا ہوئی ہے زُلفِ محمدؐ کی چھاؤں میں

۱۳

شعلوں کی پرورش میں سمندر کی زندگی
کہئیے جسے قصیدۂ توصیفِ ایزدی
ہر مورِ ناتواں کو مقدر کی آگہی
کہئیے جسے فسانۂ مخلوق پروری
جو بھی عجائباتِ جہان کا نظام ہے
سب آمنہ کے لال کی خیراتِ عام ہے

۱۴

تاریکیوں کے ہاتھ میں قندیلِ ماہتاب
جیسے لبِ گناہ پہ ہو ساغرِ ثواب
یہ چاندنی کے فرش پہ ہر چیز محوِ خواب
جیسے پلا رہا ہو کوئی سرمدی شراب
ہر بندوبستِ عالمِ ربِّ قدیر کا
شاعر ہے مصطفٰے کے مقدس ضمیر کا

۱۵

ذرّے میں قوتوں کے خزانوں کا انکشاف
وہ انکشاف اہلِ تجسس کریں طواف
دریائے برق وباد پہ خاکستری غلاف
وحدت کی شان یا بشریت کا اعتراف
تخلیقِ کائنات کا جتنا بیان ہے
احسانِ مصطفےٰ کی کھلی داستان ہے

۱۶

ہر دم فرازِ کوہ سے نظارۂ جمیل
جس کو سلام کرنے جھکے عقل کی فصیل،
گہرائیوں پہ چھائی ہوئی بادلوں کی جھیل
یا حیّ یا قدیر کی منہ بولتی سبیل
پست و بلند زاویے خلدِ نگاہ کے
نغمے الاپتے ہیں رسالت پناہ کے

۱۷

مشرق کا بادشاہ پہن کر کُلاہِ زر
اورنگِ آسماں پہ بہ تزئینِ جلوہ گر
دامن میں لے کے تحفۂ تنظیمِ خشک و تر
کرتا ہے روز جادۂ مغرب پہ جب سفر
پی کر ازل کے ساغرِ صد احترام کو
جاتا ہے آستانِ نبیؐ پر سلام کو

۱۸

اہلِ خرد کے ناخنِ تدبیر کی قسم
جملہ تجلیات کی راہوں کے پیچ و خم
آواز دے رہے ہیں زمانے کو دم بدم
ہاں طالبانِ شوق بڑھائے ہوئے قدم
وجہِ بہارِ حُسنِ حقیقت کا پھول ہے
ہر منزلِ مراد بہ فیضِ رسولؐ ہے

(۱۹)

ہے جن کو آج خواہشِ تسخیرِ ماہ تاب
خود کو سمجھ رہے ہیں جو آئندہ کامیاب
کیا دے سکیں گے آج وہ اس بات کا جواب
شق القمر ہے کس کے اشارے سے بے نقاب

آخر یہ بات آئے گی سب کی زبان پر
سکہ ہے مصطفےٰ کا زمیں آسمان پر

(۲۰)

ہستی کے دل فریب فسانوں میں کچھ نہیں
جادو نگار شعلہ بیانوں میں کچھ نہیں
دنیائے فلسفہ کی دکانوں میں کچھ نہیں
ایجادِ نو بہ نو کے خزانوں میں کچھ نہیں

دولت ہے صرف معدنِ فخرِ کلیم میں
موتی ملیں گے دامنِ دُرِّ یتیم میں

۲۱

دُنیا ہزار دعوئ پیغمبری کرے
خود کردہ انقلاب میں رنگ ریا بھرے
کورانہ پیروی میں کوئی مستقل مرے
لیکن یہی ملیں گے طبیعت کے مشورے
معجز نما نہیں تو بشر ظرف خام ہے
لاریب مصطفےٰ پہ نبوت تمام ہے

۲۲

حاصل یہاں بقائے نبوت کا ہے سوال
تعلیم مصطفےٰ ہوئی کس طرح لازوال
وہ کون ہیں کہ فخر نبوت ہے جنکا حال
کن سے ہوئی ہے قوت الحاد پائمال
دین رسولؐ کن کی وفا سے جواں ہوا
وہ کون ہیں کہ جن پہ خدا مہرباں ہوا

۲۳

اے ہم نشیں! فضول ہے دُنیا کی جستجُو
تقصیر کے چمن میں نہیں معرفت کی بُو
اُن سے ملے گی تجھ کو صداقت روی کی خُو
جن کے عمل سے آج ہے یزداں کی آبرُو
حاصل ہیں وہ حدیقۂ وحدت کے پھُول کا
ہے جن لبوں میں شہد زبانِ رسُولؐ کا

۲۴

وہ کون! مُصطفےٰ کے نواسے حَسنؑ حُسینؑ
حیدرؑ کے لال، فاطمۂ زہرا کے نُورِ عین
عترت کی رُوح زینتِ ایوانِ قبلتین
انساں نواز قافلۂ زندگی کا چین
مثلِ رسولؐ جن کا عمل بے مثال تھا
جن کے نَفَس نَفَس میں خدائی کمال تھا

(۲۵)

تھے جو شریف عزم دلقیں وہ حسنؑ حسینؑ
تھی سجدہ بار جن کی جبیں وہ حسنؑ حسینؑ
جینے جنہیں بقائے زمیں وہ حسنؑ حسینؑ
جن کا کوئی جواب نہیں وہ حسنؑ حسینؑ
جو کائناتِ ہوش کے پروردگار تھے،
جو مصطفےٰ کے بعد رسالت وقار تھے،

(۲۶)

حُسنِ قبول جن کا عمل وہ حسنؑ حسینؑ
غالب ہوئی نہ جن پہ اجل وہ حسنؑ حسینؑ
جو تلخیوں میں کیفِ عسل وہ حسنؑ حسینؑ
جو انقلابِ جنگ وجدل وہ حسنؑ حسینؑ
رگ رگ میں جن کی عشقِ خدا کا خمار تھا
جن کو چمن کے پیار میں کانٹوں سے پیار تھا

(٢٧)

اسلام کے چمن کی حفاظت کا انتظام
دونوں کے خونِ دل کی عبارت ہے لا کلام
خاموشیٔ حسنؑ نے دیا امن کا پیام
گویائیٔ حسینؑ نے دی قوتِ دوام
خوشبو جو شاخ شاخ مزاجِ حسنؑ نے دی
رُوحِ ابد حسینؑ کے خونیں کفن نے دی

(٢٨)

دیکھا وطن میں ایک نے دلسوز انقلاب
تھا ایک پر وطن سے بہت دُور قحطِ آب
گھر میں اگر حسنؑ کو ملا جامِ اضطراب
میدان میں حسینؑ کے غم کا نہیں جواب
دونوں کی آنکھ وقت کا نازک سوال تھی
دونوں کو حفظِ شرع میں فکرِ کمال تھی

۲۹

دنیائے عقل و ہوش کے دونوں تھے تاجدار
تقدیرِ مصلحت پہ تھا دونوں کو اختیار
جیتا کسی نے صلح سے میدانِ کارزار
کھینچی کسی نے پیاس کے عالم میں ذوالفقار
اُبھری کسی کی بات حکومت کو چھوڑ کے،
رکھ دی کسی نے ظلم کی گردن مروڑ کے،

۳۰

دونوں نے ہر قدم پہ وہ پیغامِ حق دیا
جس نے ہر انقلاب کا زخمِ جگر سیا
دونوں نے حسبِ حال ہر اک غم اُٹھا لیا
زہر ایک نے پیا تو جہاد ایک نے کیا،
اِک ہنس دیا جو اپنے دلِ پاش پاش پر
اِک مسکرا دیا علی اکبرؑ کی لاش پر

(۳۱)

حق تلفیوں پہ ایک نے ڈالی نگاہِ صبر
تشنہ لبی پہ ایک نے کی انتہائے جبر
ظُلم و ستم جو ایک پہ برسے مثالِ ابر
تنہا بنائی ایک نے اپنے پسر کی قبر
مرنے پہ ایک تیروں سے غربال ہوگیا
صحرا میں ایک گھوڑوں سے پامال ہوگیا

(۳۲)

سفیانیت پرست نگاہوں کا اژدہام
مانندِ سیلِ آب رواں تھا جو سوئے شام
خطرے میں تھا مکانِ الٰہی کا احترام
اسلام کا وجود تھا لیکن برائے نام
قانونِ مصطفےٰ کی تباہی قریب تھی
تا حشر اہلِ کفر کی شاہی قریب تھی

(۲۳)

پہنے ہوئے تنوں پہ لباسِ منافقت
اٹھے تھے لوگ دین میں بہرِ مداخلت
باطن میں تھی جو دولتِ ہستی کی منفعت
ظاہر میں کر رہے تھے محمدؐ کی منقبت
تھی دشمنی جو فاتحِ بدر و حنین سے
اُلجھے علیؑ کے بعد حسنؑ اور حسینؑ سے

(۲۴)

اربابِ مملکت کی سیاست بھری نظر
تھی منتظر کہ وحدتِ مسلم ہو منتشر
پیدا کئے وہ جنگ کے سامانِ پرخطر
اغلب یہ تھا رہے نہ شریعت زمین پر
تھی جدّ و جہد خواہشِ دولت کے واسطے
تلوار تھی حصولِ حکومت کے واسطے

(۳۵)

لیکن حسنؑ کی چشمِ حق انداز کے نثار
ہر اک نفس پہ ہوگئی نبّاضِ روزگار
ڈھالی شعورِ امن میں تصویرِ گیر و دار
جھیلے وقارِ ضبط میں سفیانیت کے وار
یُوں مصلحت کا جام لبوں سے لگا لیا
قُرآں کو تفرقے کی اجل سے بچا لیا

(۳۶)

یوں حل کئے نظامِ زمانہ کے مسئلے
حیرت میں ہیں جہانِ تدبر کے مشغلے
اُٹھے تھے جن کے سینوں میں خونریز ولولے
منت کشِ دعا نہ ہوئے ان کے حوصلے
نرمی سے ہر غضب کو تہِ تیغ کر دیا،
رنگِ سکوں فساد کے خاکے میں بھر دیا

(۲۷)

فطرت جو تھی مزاجِ نبوت سے ہمکنار
ٹھکرا دیا حکومتِ ظاہر کا اقتدار
غربت کے موتیوں کو بنایا گلے کا ہار
پر مقصدِ نگاہ رکھا ہاشمی شعار
وقت آ گیا تو رحم کیا مسلمین پر،
بہنے دیا نہ خون کا دریا زمین پر،

(۲۸)

نکلیں نہ جب حسنؑ پہ جفاؤں کی حسرتیں
بدلیں ستم شعار زمانے کی حرکتیں
ہونے لگیں تلاش قیامت کی ساعتیں
رکھیں حسنؑ کے لئے جملہ عداوتیں
ظالم بلا کے تیر چلانے پہ تُل گئے
زہرؑا کا ہر چراغ بجھانے پہ تُل گئے

(۳۹)

گذرے نہ دس برس کہ نمایاں ہوئی وہ بات
شرمائی ابرِ کفر کی تاریکیوں سے رات
یوں بن گئی مذاق رسولِ خدا کی ذات
ذکرِ فضول ہو گئیں پیغمبری صفات
حق سے یزیدیت کی ہوا کھیلنے لگی
اسلام کی جبیں پہ قضا کھیلنے لگی

(۴۰)

اٹھی اُدھر جو شام کے محلوں سے بادِ شر
خودداریٔ حسینؑ نے لیں کروٹیں اِدھر
اٹھا اُدھر یزید لئے کفر کی سپر
شمشیرِ لافتیٰ نے اٹھائی اِدھر نظر
بیعت وہاں سوال کے سانچے میں ڈھل گئی
غیرت یہاں علیؑ کے پسر کی مچل گئی

(۴۱)

قبضے پہ ہاتھ ڈال کے یوں دیدیا جواب
شکرِ خدا حُسینؑ ہے فرزندِ بوتراب
باطل سے کیا مِلے گا حقیقت کا آفتاب
ممکن نہیں ارادۂ فاسق ہو کامیاب
غالب مُعاویہ کا پسر ہو محال ہے
زہرؑا کا لال فاتحِ خیبر کا لال ہے

(۴۲)

نانا کے دین نے جو پکارا الصد محن
اٹھّا مدد کو وارثِ پیغمبرِ زمن
پوشاکِ زندگی کو بنائے ہوئے کفن
آواز دی کہاں ہو مری غمزدہ بہن
اِسلام کی حیات بچانے کا وقت ہے
زینبؑ اُٹھو جہاد پہ جانے کا وقت ہے

(۴۳)

زینبؑ سنو جفاؤں میں اسلام کی پکار
سُن کر جسے حسینؑ کا دل ہو گیا فگار
بھائی کی ہر بلا میں تمہیں ہو شریکِ کار
اٹھو وہ دن بھی آ گیا تھا جس کا انتظار
بھائی چلا ہے منزلِ ویراں کے واسطے
تم بھی چلو فرائضِ اعلاں کے واسطے

(۴۴)

حیدر کی لاڈلی نے جو بھائی سے یہ سُنا
بے ساختہ کہا مرے ماں جائے مرحبا
اس ہمتِ جلیل پہ انسانیت فدا
حاضر ہے یہ بہن جو مرے بھائی کی رضا
پردے کے واسطے ہو کہ تشہیر کے لئے
زینبؑ جہاں میں آئی ہے شبیرؑ کے لئے

(۴۵)

اے ہم نشیں صداقتِ اسلام کی قسم
اسلام کا وقار ہے بھائی بہن کا دم
بھائی کا سر جو دین کی خاطر ہوا قلم
بے پردگی بہن کے لئے تھی قدم قدم
بھائی نے کربلا میں بھرا گھر لٹا دیا
کس واسطے بہن نے یہ مقصد بتا دیا

(۴۶)

بھائی کا سر جو نوکِ سناں پر ہوا بہن
مظلوم بازوؤں میں بہن کے بندھی رسن
بھائی رہا جو دشت میں بے گور بے کفن
داخل ہوئی یزید کے دربار میں بہن
بھائی نے گر جہاد میں حجت تمام کی
تاریکیاں بہن پہ کٹیں قیدِ شام کی

ہر قوم ترے نام کے گُن گاتی ہے
مرنے میں بھی جینے کا مزہ پاتی ہے
عاشور کو قربانیاں دینے والے
دنیا ترے قربان ہوئی جاتی ہے

ہر رنگ میں اِک جلوۂ نَو پیدا کر
ہر جلوے میں ایمان کی ضَو پیدا کر
کہتے ہیں تجھے بزمِ حُسینؑ کا چراغ
طوفاں سے نہ تھرّائے وہ لَو پیدا کر

شہرِ مُعلّٰی

معراجِ عقل و فکر ہے سودائے کربلا

maqblib.org

○

کس نے دل و نظر کو عطا کیں تجلیاں
ذہنی ترقیوں کے اجالوں سے پُوچھ لو
انسانیت کے نام پہ کیا کر گئے حُسینؑ
ہر دَور کے بلند خیالوں سے پُوچھ لو

○

سُورج میں بسو، چاند میں ڈیرے ڈالو
ہر عالمِ تخلیق کو دیکھو بھالو!
لیکن جسے کہتے ہو خِرد کی پرواز
شبّیرؑ کا احسان ہے دُنیا والو

(۱)

معراجِ عقل و فکر ہے سودائے کربلا
فطرت کا ارتقا ہے تجلّائے کربلا
پیتا ہوں صُبح و شام جو صہبائے کربلا
مری متاعِ ہوش ہے مینائے کربلا
مستی ہے جس کا نام مرے دِل کا چین ہے
میں بادہ خوار ہوں مرا ساقی حُسینؑ ہے

(۲)

پیتا ہوں جامِ عشق بہ عنوانِ کربلا
کیفِ سخن ہے بُوئے گلستانِ کربلا
ہمدم نہ پُوچھ شدّتِ ارمانِ کربلا
میری جبیں ہے اور درِ سلطانِ کربلا
ہر فاصلے پہ ڈال کے وسعت یقین کی
آنکھوں سے کھینچتا ہوں طنابیں زمین کی

۳

کرتا ہوں دمبدم چمنِ مرتضیٰؑ کی سیر
دولت سرائے عشق و جہانِ وفا کی سیر
اے ہمنشیں یہ سیر نہیں کربلا کی سیر
حاصل ہے مجھ کو فرش پہ عرشِ خدا کی سیر
کیا ہے جو رشکِ طائرِ سدرہ شعور ہے
نظروں میں مصطفٰےؐ کے ستاروں کا نور ہے

۴

کہتی ہے مجھ سے شام و سحر میری بیخودی
گذرے ابوترابؑ کے پھولوں میں زندگی
کرتا ہے یوں کلام سدا ذوقِ شاعری
جاری رہے زباں پہ کہانی حسینؑ کی
پیغامِ زندگی مرے دل کی صدا میں ہے
میں ہوں یہاں دماغ مرا کربلا میں ہے

۵

میرے تصورات کی چھلکی ہوئی شراب
ہے مستیوں میں کوثر و تسنیم کا جواب
پیاسوں کی سلطنت سے خیالات کا سحاب
لاتا ہے یوں جہانِ طبیعت میں انقلاب
ہر تازہ فکر خونِ محبت رُلاتی ہے
رگ رگ سے یا حسینؑ کی آواز آتی ہے،

۶

آوازِ یا حسینؑ پہ اُٹھتی ہے جب نظر
کرتا ہوں بے خودی میں سوئے کربلا سفر
کھلتے ہیں یوں عقابِ محبت کے بال و پر
مظلوم کے مزارِ مقدس پہ بیٹھ کر
سُنتا ہوں جب تقاضۂ فطرت قریب سے
کرتا ہوں یوں خطاب خُدا کے خطیب سے

۷

اے کربلا کی خاک پہ سوئے ہوئے غریب
قربان تیری نیند پہ جاگے ہوئے نصیب
بے مثل تو صداقتِ اسلام کا خطیب
تیرا مزار آج بھی توحید کا نقیب،
درجے وہ تیری خاک نے تکریم کے لئے
عالم جُھکا ھے سجدۂ تعظیم کے لئے

۸

انساں کو تیرے نام پہ جائز غرور ہے
تُو انتہائے عشقِ خُدا کا شعور ہے
ہستی میں تیرا ذِکر محبت کا نُور ہے
جو تجھ سے دُور ہے وہ شرافت سے دُور ہے
ڈھونڈے گی جب مفادِ جہاں کی بہار کو
چُومے گی زندگی ترے سنگِ مزار کو

(۹)

کہتا ہے زندگی سے ترا گنبدِ مزار
ہے رفعتِ ضمیر سے انساں کا وقار
اللہ رے تیرے خونِ مقدس کی یادگار
کہیے جسے حدیقۂ اسلام کی بہار
جس پر شکوہِ دولتِ عالم نثار ہے
اے بے دیار آج وہ تیرا دیار ہے

(۱۰)

ایسا دیارِ فخرِ مدینہ کہیں جسے
دُنیا میں رشکِ نوح سفینہ کہیں جسے
ایسا دیار حق کا نگینہ کہیں جسے
اللہ کی رضا کا خزینہ کہیں جسے
دامن میں جس کے خُلقتِ وحدت کا نُور ہے
کعبہ نہیں پہ حرمتِ کعبہ ضرور ہے

(۱۱)

صدقے ترے دیار کی راہوں پہ کہکشاں
گذرا ہے جن پہ تیرے ستاروں کا کاروان
دنیا میں کس زمیں کو ملیں یہ بلندیاں
شرمائے جس کے اوج پہ تمجیدِ آسماں
تو نے جگر کا خون پلا کر سجا دیا،
حق نے جوابِ عرشِ معلّٰے بنا دیا

(۱۲)

تجھ سے کھلی یہ بات محمدؐ کے بے وطن
غربت کے زیرِ پا ہے شہنشاہیٔ زمن
اپنا چمن لٹا کے لگایا ہے وہ چمن
کرتی ہے جس پہ رشک ستاروں کی انجمن
حاصل نہیں جو گلشنِ لیل و نہار میں
وہ بے خزاں بہار ہے تیرے دیار میں

(۱۳)

پائے جہاں سکون بھٹکتی ہوئی جبیں
منزل وہ حق نما ترے در کے سوا نہیں
کلیر کا بوستاں ہو کہ اجمیر کی زمیں
کہہ دیں گے آج صاحبِ انصاف بالیقیں
ہستی کوئی نہیں تری ہستی کے سامنے
ہر شہر ہیچ ہے تیری بستی کے سامنے

(۱۴)

ذروں میں تیرے خون کی سُرخی ہے جلوہ گر
یا مطلعِ بقا میں ہے تہذیب کی سحر
ہوتی ہے تیرے شہر میں تعمیرِ بام و در
یا مستقل روا ہے طمانچہ یزید پر
شہرہ ترے دیار میں آبادیوں کا ہے
یا جلوہ بار سبطِ نبیؐ زادیوں کا ہے

۱۵

حیرت زدہ ہیں آج زمانے کے فکر بیں
ہونٹوں کو سی رہے ہیں قیامت کے نکتہ چیں
اب جلوہ گاہِ عشق ہے صحرا کی سر زمیں
یا زندگی کے رُوپ میں آئی تری "نہیں"
اب دشت آئینہ ہے ضیائے کثیر کا
یا کوئی شاہکار ہے تیرے ضمیر کا

۱۶

لائے ہیں رنگ یوں ترے عزمِ جواں کے پھول
شرما گئے تصوّرِ کون و مکاں کے پھول
اتنے حسیں ہیں آج ترے گلستاں کے پھول
انساں کی نظر سے گرے آسماں کے پھول
کیا رنگ و بُو ہیں تیرے گلاب و سمن کے بعد
جنت کی آبرو ہے پہ تیرے چمن کے بعد

(۱۷)

دیکھے کبھی جلالِ حکومت کو کیا نظر
آنکھوں میں بس گئی ترے انوار کی سحر
ملتی ہے وہ ضیا تری آرام گاہ پر
قربان جس پہ عالمِ صد مہر و صد قمر
انسانیت کو ناز ہے جس پر وہ نُور ہے
اے نازشِ کلیم تو ہی شمعِ طوُر ہے

(۱۸)

یُوں تُو نے فتحِ عشق کی تاریخ کی رقم
ترمیم کر سکے گا نہ انسان کا قلم
کہتے ہیں آج ذہنِ مورخ کے پیچ و خم
ہر شعبۂ حیات پہ غالب ہے تیرا دم
جس کا وجُود قدرتِ حق کا جلال ہے
تیرا دیار آج وہ زندہ مثال ہے

(۱۹)

کیا ہو گیا وہ شام کی دولت کا تخت و تاج
اب ہے کہاں یزید کا وہ حکمراں مزاج
دیکھے ترے دیار پہ جھکتا ہوا سماج
ملتا ہے آج کس کو عقیدت بھرا خراج
تجھ کو نصیب آج وہ دربارِ عام ہے
جس پر عروجِ سطوتِ شاہی تمام ہے

(۲۰)

تاریخ کہہ رہی ہے ابھی تک وہ داستاں
جب تیرے زائروں پہ برستی تھیں برچھیاں
اللہ رے تیرے چاہنے والوں کا امتحاں
آیا جو تیرا نام تو کاٹی گئی زباں
پھر بھی وہ یوں گذر گئے خنجر کی دھار سے
جیسے لپٹ کے روئے ہوں تیرے مزار سے

(۲۱)

ہر وقت زائروں کا برستا ہوا سحاب
دیتا ہے آج آتشِ بغداد کا جواب
سرسبز ہے زمانے میں گلزارِ بُوتراب
ہر دم ہے جلوہ گر بنی ہاشم کا آفتاب
حق کی صدا بلند ہے باطل نہیں رہا
شبیرؑ رہ گیا متوکل نہیں رہا

(۲۲)

جس نے کبھی چلائے تھے تیری لحد پہ ہل
اک دن تجھے مٹانے اٹھا تھا جو بدعمل
آواز دے رہی ہے اُسے آتشِ اجل
اپنی لحد سے او متوکل ذرا نکل!
اپنی خزاں حسینؑ کی فصلِ بہار دیکھ
کاٹی تھی جس پہ نہر اُسی کا مزار دیکھ

(۲۳)

وہ حکمراں جسے کبھی قوّت پہ تھا غرور
وہ بد شعار تھا جو خودی کے نشے میں چُور
جس کو ترا نشان مٹانے میں تھا سُرور
اُس کو سُنا رہا ہے تری سلطنت کا نُور
جُزوِ حیات قصّۂ غم ہے بنا ہوا
مظلوم آج زندہ ہے ظالم فنا ہوا

(۲۴)

اے جُملہ کائنات کے معمارِ زندگی
زندہ ہیں آج تیرے خیالاتِ سرمدی
دیکھے اگر بشر تری بستی بسی ہوئی
ممکن نہیں کہ خواہشِ فردوس ہو کبھی
روشن جہاں خُدا کے بہتر چراغ ہیں
قُربان اِس زمین پہ رضواں کے باغ ہیں

(۲۵)

یوں درمیانِ شہر تری بارگاہِ ناز
محفل میں جیسے شمع کا اندازِ بے نیاز
گنبد پہ تیرے حُسنِ تقدس کا امتیاز
جیسے بساطِ عرش پہ جبریلؑ کی نماز
تُربت نہیں ہے خشت کا پردہ لیے ہوئے
تقدیسِ انبیاء ہے احاطہ کیے ہوئے

(۲۶)

تشکیلِ ضریح قبر کا عنوان پاک ہے
یا دامنِ تُراب پہ قرآنِ پاک ہے
اب نازشِ جہاں ترا ایوان پاک ہے
یا تو حیات و موت کا سُلطانِ پاک ہے
آرائشیں نہیں ترے صحنِ جمیل کی
گویا تجلیاں ہیں مکانِ خلیل کی

(۴۷)

ڈالی نہیں لحد پہ جہاں نے نثارِ زر
سایہ کئے ہے چادرِ زینبؑ مزار پر
دُنیا بہ دستِ شوق چڑھاتی نہیں گہر
آتے ہیں یادِ گوشِ سکینہؑ لہو میں تر
ہے سجدہ گاہِ عشق نشاں تیری قبر کا
یا حُسن آشکار ہے عابدؑ کے صبر کا

(۴۸)

تقدیرِ مہر وقار ترے بام و در کی بات
مغلوب جس سے طائرِ عقل و نظر کی بات
محراب کی زبان پہ خونِ جگر کی بات
یا قابلِ خیال ہے یزداں کے گھر کی بات
تابندہ فرش ہے تری آرام گاہ کا
یا پست ہے غرورِ یزیدی کلاہ کا

(۲۹)

وہ تیری پاکُمنتی وہ ترے لاجواب پھول
جھولا جُھلا رہا ہے جنہیں دامنِ بتولؑ
اِک صُورتِ علیؑ ہے تو اِک صُورتِ رسُولؐ
قرآں میں جیسے کوثر و لٰسین کا نزُول
سوتے ہیں وہ قیامتِ صُغرا کی شام سے
مشہور ہیں جو اکبر و اصغر کے نام سے

(۳۰)

اکبرؑ کا آج یوں ترے قدموں سے اتصال
گویا ابھی جہاد پہ جانے کا ہے سوال
قرباں ترے شعور پہ اے فاطمہؑ کے لال
کہتا ہے آج اپنی کہانی بہ طرزِ حال
روزِ جہاد کھینچ کے گردن سے تیر کو
اب تک گلے لگائے ہوئے ہے صغیر کو

(۳۱)

پہلو میں تیرا دوست ترا منتظم حبیب
جس کا مزارِ پاک تیری شان کا نقیب
عاشور کو جو صورتِ پروانہ تھا قریب
تا حشر اس کو تیری رفاقت ہوئی نصیب
یہ روشنی ہے اہلِ خرد کی نگاہ میں
سورج ہے دوستی کا تری جلوہ گاہ میں

(۳۲)

تیرے قریب گنجِ شہیدانِ حق سروش
روئے زمیں پہ تیرا جہانِ وفا نیوش
آباد جس میں عرصہ ہمت کے سرفروش
یا مسندِ شرف پہ سلاطینِ عقل و ہوش
سوتے نہیں وہ جامِ شہادت پیئے ہوئے
جیتے ہیں کائنات پہ قبضہ کئے ہوئے

(۴۳)

وحدت کے عارفوں کی وہ محفل لگی ہوئی
قربان جس پہ تا بہ قیامت ہر اک ولی
اب تک زہیرِ قین سے باتیں بُریر کی
وہ ابنِ عوسجہ کی ادا وہب کی خوشی
قبروں کا اتصال عجب داستان ہے
اب تک ترے شہیدوں میں تیرا بیان ہے

(۴۴)

وہ تیرے سامنے ترے عباسؑ کا مزار
اورنگِ زندگی پہ محبت کا تاجدار
دریا کے خشک ہونٹ یہ کہتے ہیں بار بار
جیتے ہیں اس طرح سے جہاں میں وفا شعار
کیا رونقِ مزار سے خورشید ماند ہے
دامن پہ کربلا کے مروت کا چاند ہے

(۳۵)

اُف یہ تری سپاہ کے سالار کا جلال
غالب نگاہ پر درودیوار کا جلال
صدیوں کے بعد تیرے علمدار کا جلال
جیسے دلوں پہ حیدرِ کرّار کا جلال
شاہوں کے دِل لرزتے ہیں جس سے وہ شان ہے
عباسؑ کا مزار تری آن بان ہے

(۳۶)

تیرے قریب تیرا احادل حُرِ جَری
جس نے متاعِ صبحِ مقدر خرید لی
عالم میں داستان ہے جس کے نصیب کی
رُومالِ فاطمہؑ سے ملی جس کو زندگی
خود کو ترے قدم پہ نچھاور کئے ہوئے
زندہ ہے جو شہادتِ اوّل لئے ہوئے

(۴۷)

وہ فاصلے پہ عونؑ و محمدؑ کی یادگار
زینبؑ کی تربیت کا نتیجہ بروئے کار
منظر میں ہے کھلی ہوئی تاریخِ کارزار
یا تیرے بھانجوں پہ کمالِ وغا نثار
تیغوں کی بجلیوں میں کہاں تک چلے گئے
قبریں وہیں بنیں کہ جہاں تک چلے گئے

(۴۸)

جب تیرے خیمہ گاہ کی تعمیر دیکھ کر
ماضی کے آئینے میں حقیقت پہ کی نظر
سیدانیوں کے حال پہ روئے دل و جگر
وہ آگ اور وہ ثانیٔ زہرا برہنہ سر
پیاسوں پہ بے کسی میں ستم فوجِ شام کا
تیرے یتیم اور وہ جلنا خیام کا

(۳۹)

وہ تیرے اہلبیتؑ کا عالم جگر فگار
نامحرموں کے بیچ میں وہ تیرے پردہ دار
تجھکو پکارنا وہ سکینہؑ کا باربار
وہ شمرِ لعیں کے طمانچے وہ باقرؑ کا اضطرار
آمادہ ظلم و جور پہ لیں بد شعار تھے
سیدانیوں کی پشت پہ دُرّوں کے وار تھے

(۴۰)

زینبؑ کا اضطراب میں سجّادؑ سے کلام
بیٹا اٹھو حسینؑ کی بستی ہوئی تمام
ایسے میں وہ رباب کے ہونٹوں پہ تیرا نام
قربان جس پہ عالمِ احساس کا نظام
ہنسنا کسی کا طوق کو گردن میں ڈال کے
اٹھنا ترے مریض کا بیڑی سنبھال کے

(۴۱)

وہ کشمکش وہ لوٹ وہ بڑھتا ہوا دھواں
وہ چھوٹے چھوٹے بچے سواروں کے درمیاں
وہ ظالموں کا شور وہ معصوموں کی فغاں
وہ ننھے ننھے ہاتھ وہ لشکر کی برچھیاں
کس ماں کا دل تو کس کا کلیجہ جُدا ہوا
ایسے میں کیا خبر کہ یتیموں پہ کیا ہوا

(۴۲)

وہ تیری قتل گاہ کا منظر جگر خراش
تڑپی تھی جس پہ عصر کے ہنگام تیری لاش
وہ لاش تھی جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پاش پاش
جس کو اندھیری شب میں سکینہ نے کی تلاش
ویران دشت جس کا نگہبان رہ گیا
زینبؑ کو جس پہ رونے کا ارمان رہ گیا

(۴۳)

اب تک ہے قتل گاہ کی مٹی میں وہ اثر
جس پر نثار عقلِ مسیحا کے بال و پر
اکسیر ہر مرض ہے تو درمانِ ہر بشر
عاشور کو نگاہ یہ کہتی ہے دیکھ کر،
مٹی نہیں ہے معجزہ بے اشتباہ ہے
تیرے لہو پہ تیری صداقت گواہ ہے

(۴۴)

باہر ترے مزار کے اونچا سا وہ مقام
وابستہ جس کے ساتھ ہے تیری بہن کا نام
تیرے گلے پہ دیکھ کے چلتی ہوئی حُسام
زینبؑ نے جس جگہ سے کیا تھا تجھے سلام
دُنیا میں آج تک وہ بلندی گواہ ہے
زینبؑ یہ کہہ رہی تھی کہ تُو بے گناہ ہے

(۴۵)

کچھ دُور خشک نہر کے آثار کی قسم
تاریخِ دردِ سینۂ گیتی پہ ہے رقم
احساس کی نگاہ سے دیکھے کوئی یہ غم
توڑا ہے کس کی یاد میں آبِ رواں نے دم
موجوں نے تیرے بعد کہیں منہ چھپا لیا
یا تیری تشنگی کو گلے سے لگا لیا

(۴۶)

لاریب آج یہ تری بستی ہے بے مثال
لیکن یہ بات پوچھتا ہوں فاطمہؑ کے لال
خواہر سے جیتے جی تو محبت رہی کمال
دو گز زمیں کے واسطے آیا نہ کچھ خیال
بوئے حیات کس لئے گلشن سے دور ہے
زینبؑ کی قبر کیوں ترے مدفن سے دور ہے

(۴۷)

انصاف کا مقام ہے اے نائبِ رسولؐ
مہکے ہیں جس کی وجہ سے تیرے چمن کے پھول
رونق یہ جس کی دربدری سے ہوئی حصول
کس طرح اُس بہن کی جدائی ہوئی قبول
کیسے بیاں کروں نہیں طاقت کلام میں،
تُو کربلا کی خاک پہ ہے اور وہ شام میں،

(۴۸)

تیری بہن کا شام میں جانا ہے یادگار
بے پردگی کا بوجھ اٹھانا ہے یادگار
تیرے لہُو کا راز بتانا ہے یادگار
خطبوں سے انقلاب کا لانا ہے یادگار
ہے تذکرہ جو تیرے چمن کی بہار کا
احسان ہے یہ آج اُسی غمگسار کا،

۴۹

زینبؑ سے آج تیری لحد کا نشان ہے
زینبؑ ترے عمل کا مکمل بیان ہے
زینبؑ سے کربلا کی زمیں آسمان ہے
زینبؑ سے آج تیری کہانی میں جان ہے
وہ اُس کی بے کسی وہ اسیری حیات میں
زینبؑ سے تیرا نام رہا کائنات میں

۵۰

تاریخ جب سنائے گی بھائی بہن کا حال
زینبؑ کے نام کی نہ ملے گی کوئی مثال
گلیوں میں شام کی وہ تماشائیوں کے جال
مجبور قافلے سے زمانے کے وہ سوال
دنیا تو بازوؤں میں رسن دیکھتی رہی
نیزے پہ تیرے سر کو بہن دیکھتی رہی

(۵۱)

ایسی بہن نہیں ترے پہلو میں اے حسینؑ
یہ بات لے گئی ترے شاعر کے دل کا چین
شاید یہی جواب ہے زہرؑا کے نورِ عین
ہے مصلحت کے نام پہ تاریخ شور و شین
دونوں طرف بہار نبیؐ کے چمن کی ہے
یہ تیری سلطنت وہ حکومت بہن کی ہے

(۵۲)

مولا یہی ہے اب ترے قیصرؔ کی آرزو
اٹھوں ترے خیال سے محشر میں سُرخرو
تیرے سوا نہ ہو کسی رہبر کی جستجو
ہو زینتِ کلام ترے گلستاں کی بُو
حاصل مجھے اجل کے پسینے میں چین ہو
نکلے بدن سے رُوح لبوں پر حسینؑ ہو

عزتِ وجود

شبیر کائنات کی عزت کا نام ہے

ایمان کو اعجاز بیانی دے دی
اسلام کے دریا کو روانی دے دی
تُو نے علی اکبر کے لہو سے شبیرؑ
قانونِ محمدؐ کو جوانی دے دی

بے عجز لا الٰہ کا عرفان ہی نہیں
بے اُلفتِ رسولؐ مسلمان ہی نہیں
قیصرؔ یہ کُلیہ ہے کتابِ حیات کا
شبیرؑ سے جُدا ہے تو انسان ہی نہیں

(۱)

شبّیر کائنات کی عزت کا نام ہے
یہ نام حرّیت کا مقدس پیام ہے
اِس نام میں عمل کا تقدس تمام ہے
یہ نام زندگی کے لئے امنِ عام ہے
سمجھا دیا معاملہ حقِ سجود کا،
یہ نام آئینہ ہے خدا کے وجود کا،

(۲)

یہ نام وہ ہے جس نے دیا معرفت کا نور
اس نام سے حقیقتِ اسلام کا ظہور
یہ نام وہ ہے جس سے ملا عجز کا شعور
یہ نام وہ ہے جس نے جھکایا سرِ غرور
جیتے ہیں کس طرح یہ طریقہ سکھا دیا
اس نام نے بشر کو مہذب بنا دیا

(۳)

یہ نام اہلِ عشق کی طاہر شراب ہے
یہ نام ظلمتوں کے لئے آفتاب ہے
شاہوں کی نخوتوں کا یہی سدِباب ہے
یہ نام پُرغرور سخن کا جواب ہے
فرعونِ وقت کے لئے دریائے نیل ہے
یہ نام لاشریک کی روشن دلیل ہے

(۴)

یہ نام عابدوں کے لئے سجدہ گاہ ہے
یہ نام قافلوں کے لئے شمعِ راہ ہے
یہ نام دینِ حق کی قسم دیں پناہ ہے
یہ نام شرحِ اشہدان لا الاہ ہے
وحدت پُکارتی ہے خدائے جلیل کی
یہ نام آبرو ہے مکانِ خلیل کی

۵

یہ نام بے نصیب کو پروانۂ نصیب
یہ نام ہر مریضِ خرد کے لئے طبیب
زندہ دلی کا حوصلہ ظرف آشنا خطیب
ہادی تونگروں کے لئے مونسِ غریب
تکمیل دے کے ولولۂ انقلاب کو
اِس نام نے سکون دیا اضطراب کو

۶

اِس نام سے عیاں بشریت کے حوصلے
اِس نام سے ٹپکتے ہیں جاوید ولولے
اِس نام میں بھرے ہیں شجاعت کے مشغلے
اِس نام پر نثار جگر سوز مرحلے
دِل کا سکون ہوش و خرد کی مجال ہے
یہ نام ہر محاذ پہ انساں کی ڈھال ہے

(۷)

یہ نام زندگی ہے محبت اسی میں ہے
غیروں کو موہ لینے کی صورت اسی میں ہے
احساسِ دردِ قوم کی لذت اسی میں ہے
طوفاں سے کھیلنے کی حقیقت اسی میں ہے
دَم ساز ہے جہان میں ہر دَم کے واسطے
یہ نام اک سفینہ ہے عالم کے واسطے

(۸)

یہ نام ہے تحفظِ غیرت کی داستاں
یہ نام ہے بقائے شرافت کی داستاں
یہ نام ہے امارت و غربت کی داستاں
یہ نام ہے دراصل محبت کی داستاں
یہ نام رَوشنی ہے جہانِ اصُول کی
یہ نام تازگی ہے اخوّت کے پھُول کی

(۹)

یہ نام امن و صُلح کی تفسیر بن گیا
عالم کے اتحاد کی تصویر بن گیا
ہر نفس کو نجات کی تدبیر بن گیا
اُبھرا تو کائنات کی تقدیر بن گیا

کامل یقین عظمتِ پیغام پر ہوا
قوموں کا اتفاق اسی نام پر ہوا

(۱۰)

یہ نام ہر خیال کا سرچشمۂ مُفاد
یہ نام شش جہت میں عدالت کا انعقاد
یہ نام ہر زمانے میں غارت گرِ فساد
یہ نام کائناتِ شریعت کا اعتماد

اس نام پر خدا کی مشیت تمام ہے
یہ نام مُصطفےٰ کی شرافت کا نام ہے

۱۱

یہ نام گمرہوں کو رہِ مُستقیم ہے
یہ نام فردِ جہل کو عقلِ سلیم ہے
مغرور عالموں کو الف لام میم ہے
یہ نام کج کلاہوں کو ضربِ کلیم ہے
اس نام نے فریب کی رنگت بگاڑ دی
خود ساختہ خداؤں کی صُورت بگاڑ دی

۱۲

اس نام نے اُلٹ دیئے نمرودیوں کے تخت
اس نام نے سلا دیئے فرعونیوں کے بخت
اس نام نے جلا دیا شدادیت کا رخت
اِس نام نے مٹا دیا ہر ایک عہدِ سخت
یہ نام تازیانہ ہے ظالم کے واسطے
انسانیت کا درس ہے حاکم کے واسطے

(۱۳)

یہ نام فاسدوں کو قیامت کی اَبتری
یہ نام سرکشوں کے لئے دستِ جعفری
یہ نام قیصروں کو وقارِ پیمبری
یہ نام مرحبوں کے لئے تیغِ حیدریؑ
ٹکرائے آ کے اس سے کوئی کیا مجال ہے
اِس نام سے اُلجھ کے سُلجھنا محال ہے

(۱۴)

اے ہم نشین! یہ نام زمانے کا چین ہے
انسانیت کی رُوح دِلِ مشرقین ہے
اے ہم نشیں اِسی کے لئے شور و شین ہے
یہ نام عُرفِ عام میں بیکس حسینؑ ہے
مشہور کائنات میں جو تشنہ کام ہے
یہ نام اُسی غریب مُسافر کا نام ہے،

(۱۵)

وہ تشنہ کام خامسِ آلِ عبا حُسینؑ
وہ تشنہ کام کشتۂ جور و جفا حُسینؑ
وہ تشنہ کام شاکر و صبر آزما حُسینؑ
وہ تشنہ کام فاتحِ کرب و بلا حُسینؑ
جس نے شکست دے کے جہانِ ممات کو
ڈھالا عمل کے سانچے میں نظمِ حیات کو

(۱۶)

جو انتہائے اوجِ مسلماں ہے وہ حُسینؑ
جو دینِ حق کا بولتا قرآں ہے وہ حُسینؑ
جو ماسوا میں شاہِ شہیداں ہے وہ حُسینؑ
جو مشکلوں میں ہمتِ مرداں ہے وہ حُسینؑ
جس نے نبیؐ کے باغ کو شاداب کر دیا
دُنیا کو جس کی پیاس نے سیراب کر دیا

(۱۷)

جو لفظِ کبریا کی صداقت ہے وہ حسینؑ
جو ارتقائے مذہب و ملّت ہے وہ حسینؑ
ہر عہد میں جو امن کی صورت ہے، وہ حسینؑ
ہر دل پہ آج جس کی حکومت ہے، وہ حسینؑ
جو باہمی خلوص کے موتی پرو گیا
جو دوسروں کے واسطے برباد ہو گیا

(۱۸)

جو اک محافظِ بشریت ہے وہ حسینؑ
جو رُوحِ کاروانِ ہدایت ہے وہ حسینؑ
جو فاطمہؑ کے دودھ کی قوت ہے وہ حسینؑ
جو آپ اپنے خون کی قیمت ہے وہ حسینؑ
دُنیا کو اتحاد کی دولت سے بھر دیا
جس نے بچھڑتے قافلوں کو ایک کر دیا

۱۹

خود جس نے ہر جفا کو پکارا ہے وہ حسینؑ
وہ جس نے ڈوبتوں کو ابھارا ہے وہ حسینؑ
فطرت کا رنگ جس نے نکھارا ہے وہ حسینؑ
جو ساری کائنات کا پیارا ہے وہ حسینؑ
وہم و گماں کو ممکن و حاصل بنا دیا
جس نے ہر ایک موج کو ساحل بنا دیا

۲۰

جو کوثرِ حیا کی روانی ہے وہ حسینؑ
جو اصل میں نماز کا بانی ہے وہ حسینؑ
جو حق کی لازوال جوانی ہے وہ حسینؑ
جو لافتیٰ کی تیغ کا پانی ہے وہ حسینؑ
جس کا وجود شاخِ نبوتؐ کا پھول ہے
جو صبر کا خدا ہے وفا کا رسولؐ ہے

(۲۱)

چھلکا نہ جس کے صبر کا پیمانہ وہ حسینؑ
زندہ ہے جس کے درد کا افسانہ وہ حسینؑ
مرتا ہے جس کے نام پہ بیگانہ وہ حسینؑ
ہر گھر ہے آج جس کا عزا خانہ وہ حسینؑ
اشکوں کی اوس ارضِ جہاں کے چمن میں ہے
وہ آج جس کا تذکرہ ہر انجمن میں ہے

(۲۲)

جو عشقِ لامکاں کی نہایت ہے وہ حسینؑ
جو انبیاء کے نفس کی عظمت ہے وہ حسینؑ
جو فصلِ امر و نہی میں حجت ہے وہ حسینؑ
جو آخری فریضۂ طاعت ہے وہ حسینؑ
وہ جس کا سجدہ زیست کا پیغام بن گیا
وہ جس کا نام معنیٔ اسلام بن گیا

۲۳

وہ جس نے دل کو درد میں سمجھا یا وہ حُسینؑ
جو نوجواں کی لاش اُٹھا لایا وہ حُسینؑ
وہ جس نے خشک آنکھوں سے رُلوایا وہ حُسینؑ
جو اپنا گھر لُٹا کے نہ گھبرایا وہ حُسینؑ
وہ جس نے وقتِ غیر طبیعت سنبھال لی
لختِ جگر کے سینے سے برچھی نکال لی

۲۴

جس نے ستم اٹھا کے سکوں پایا وہ حُسینؑ
جو زخمِ دل پہ شکر بجا لایا وہ حُسینؑ
جبریلؑ جس کے عزم پہ تھرّایا وہ حُسینؑ
جو بے زباں کو رن میں سُلا آیا وہ حُسینؑ
آنکھوں پہ پردہ ڈال کے صبر و قرار کا
چہرے پہ جس نے خون مَلا شِیر خوار کا

(۲۵)

بھولا نہیں زمانہ وہ عہدِ ستم گری
جس وقت تھی سروں میں ہوائے جہاں بری
چھائی تھی جب شعور پہ دنیائے خود سری
تھا اِک فقط حُسینؑ دلِ امن پروری
جس وقت عام شیوۂ نفسِ پلید تھا
قرآں کا لفظ لفظ شکارِ یزید تھا

(۲۶)

یُوں چل رہے تھے قوتِ طاغوت کے خدنگ
غالب تھے بیکسوں کی صدا پر رباب و چنگ
آئینۂ کرم پہ چڑھا تھا ستم کا زنگ
بجتا تھا امن و صلح کی وادی میں طبلِ جنگ
حق کی حمایتوں کا صلہ قتلِ عام تھا
انساں کو سانس لینا بھی دُشوار کام تھا

۲۷

فریاد کر رہی تھی شرافت یہ بار بار
ہے کوئی اس جہاں میں جو سُن لے مری پکار
خرمن کو پھونکے دیتے ہیں اُڑتے ہوئے شرار
دستِ ستم سے ہوتی ہے تخریبِ روزگار
جاؤں کہاں قرار کی منزل کوئی نہیں
ہاں اب مرے سفینے کا ساحل کوئی نہیں

۲۸

تہذیب کی صدا تھی بچا لے مجھے کوئی
دستِ یزیدیت سے نکالے مجھے کوئی
مٹتا ہے میرا نام سنبھالے مجھے کوئی
دامن میں زندگی کے چھپا لے مجھے کوئی
کیا تیرگی مٹانے کی صورت نہیں رہی
کیا اب کسی ضمیر میں قوت نہیں رہی

۲۹

گیتی زبانِ حال سے کہتی تھی الاماں
پانی ہے میرے سینے پہ یا خونِ بیکساں
اٹھا ہے قصرِ شام سے الحاد کا دھواں
ڈر ہے کہ جل نہ جائے زمانے کا گلستاں
کیا میرے درد کی بھی کسی دل میں راہ ہے
کیا اب جہان میں کوئی گیتی پناہ ہے

۳۰

منہ سب کا دیکھتی تھی بھٹکتی ہوئی حیات
لیکن نہ مل رہا تھا کہیں دامنِ نجات
ایسا نہ تھا کوئی جو دکھا دے حدِ ثبات
خود کو مٹا دے اور رکھے زندگی کی بات
آسیبِ خودسری کی کلائی مروڑ دے
الحاد کا طلسمِ جہاں گیر توڑ دے

(۳۱)

آواز آرہی تھی یہ کعبہ سے دردناک
عالم یہی رہا تو اڑے گی یہاں بھی خاک
مفقود ہو چکا مری عظمت کا انہماک
رُوحِ خلیلؑ ہے مرے دامن میں سینہ چاک
اب کون ہے جو میرے لئے سر کٹائے گا
دنیا میں میرے نام کی حُرمت بچائے گا

(۳۲)

گونجیں فضا میں جب یہ صدائیں الم نواز
چھوٹا ہر ایک ہاتھ سے عقل و خرد کا ساز
تھرا کے سرد ہو گئے دنیا کے تیغ باز
اُٹھی نہ مفتیوں کی سسکتی ہوئی نماز
داناؤں کو سکوت کی سوگند ہو گئی
قرآں کے حافظوں کی زباں بند ہو گئی

۲۳

جتنے تھے سو رہا وہ بنے تھے شکستہ پر
ڈالے تھے بردبار گریباں میں اپنا سر
قاضیٔ وقت دیکھ رہے تھے اِدھر اُدھر
اصحاب پھر رہے تھے چُرائے ہوئے نظر
جو کر رہے تھے عشق کا دعوٰی زبان سے
وہ گھر میں چھُپ کے بیٹھ رہے خوفِ جان سے

۲۴

فطرت نے تب کہا کہ مدد کیجئے حُسینؑ
اسلام مِٹ رہا ہے خبر لیجئے حُسینؑ
سوتی ہے کائنات جگا دیجئے حُسینؑ
اہلِ جہاں کے زخمِ جگر سیجئے حُسینؑ
اٹھا ہے بحرِ ظُلم کا طوفان آئیے
اے ناخُدا سفینۂ عالم بچائیے

(۲۵)

اب آپ ہی کا کام ہے اے نائبِ رسولؐ
بگڑا ہوا انتظام ہے اے نائبِ رسولؐ
حقانیت تمام ہے اے نائبِ رسولؐ
انساں برائے نام ہے اے نائبِ رسولؐ
دم توڑتی ہے زیست مرض کی دوا نہیں
اب آپ کے سوا کوئی عیسیٰ نما نہیں

(۲۶)

چھایا جو تحت و فوق پہ یہ نالۂ حزیں
لبیک کہہ کے اُٹھا محمدؐ کا جانشیں
باندھی کمر اٹھائے ہوئے بارِ مرسلیں
ہمت پہ رُوحِ فاطمہؑ نے چوم لی جبیں
آئی صدا نجف سے چمن کی بہار ہو
اس قوتِ ضمیر پہ حیدرؑ نثار ہو

۳۷

یوں تلملا گیا تھا پیمبر کا مہ جبیں
غصے سے بار بار اُلٹتا تھا آستیں
بیعت کا جب سوال اُٹھا کہہ دیا نہیں
واللہ اس "نہیں" نے رکھی آبروئے دیں
برباد کرکے رکھ دیا ظُلمِ شدید کو
ماریں فنا کی ٹھوکریں تاجِ یزید کو

۳۸

رختِ سفر اٹھا کے چلا حق کا رہنما
کچھ آگیا خیال جو ماں کے مزار کا
آیا سوئے بقیع وہ زہرا کا لاڈلا
رُخسار رکھ کے صدرِ لحد پر یہ دی صدا
چھٹتا ہے اب مدینہ مرے دل کو تھام لو
اماں غریب بیٹے کا آخر سلام لو

۳۹

اماں تمہارے لال سے چھٹتا ہے آج گھر
اماں تمہارے لال کا دشمن ہے ہر بشر
اماں تمہارے لال سے برگشتہ ہر نظر
اماں تمہارے لال کا ہے آخری سفر
صحرا میں دل کے ٹکڑوں کی بستی بسائے گا
اماں! حسینؑ اب نہ مدینے میں آئے گا

۴۰

اماں! سکونِ قلب کی صورت بگڑتی ہے
اماں! بلا قصور یہ دنیا جکڑتی ہے
اماں! وہ رونقِ بنی ھاشم اُجڑتی ہے
اماں! تمہارے پھولوں پہ اب اوس پڑتی ہے
اب کربلا ھے اور یہ آفت نصیب ہے
اماں! تمہارے گھر کی تباہی قریب ہے

(۴۱)

اماں! دُعا کرو کہ میں ثابت قدم رہوں
دنیا خلاف ہو پہ ہراساں ذرا نہ ہوں
ہر لمحہ مُسکرا کے ستم پر ستم سہوں
نظروں کے سامنے جو لُٹے گھر نہ کچھ کہوں
اماں! یہ آنکھ روئے نہ اکبر کے واسطے
رعشہ نہ آئے ہاتھوں میں اصغر کے واسطے

(۴۲)

اماں! مرے ارادوں کو آئے نہ کچھ زوال
جس وقت پائمال ہو بھتیا حسن کا لال
اماں! نہ کانپ اٹھیں یہ قدم بید کی مثال
گھوڑے سے جب گریں مری خواہر کے نونہال
اماں! کمر جھکے نہ تمہارے فدائی کی
لاؤں جو لاش اٹھا کے برابر کے بھائی کی

(۴۳)

اماں! چھٹوں جو دشت میں ہر مہ جبین سے
دامن چھٹے نہ صبر کا دستِ یقین سے
لاشے پہ لاشہ لاؤں جو رن کی زمین سے
پیارا نہ ہو مجھے کوئی نانا کے دین سے
پردیس میں نہ اشکِ محبت اُبل پڑے
صُغرا کی یاد میں نہ کلیجہ نکل پڑے

(۴۴)

اماں کہیں نہ شکوۂ جور و جفا کروں
اماں جو بچپنے کا ہے وعدہ وفا کروں
خنجر پھرے جو حلق پہ یادِ خدا کروں
اُمّت کے واسطے دمِ آخر دُعا کروں
لغزش نہ پیاس میں ہو دلِ پُرثبات کو
اماں نظر اُٹھا کے نہ دیکھوں فرات کو

(۴۵)

ماں سے یہ کہہ رہا تھا ابھی ماں کا لاڈلا
آواز آئی قبر سے اے میرے مہ لقا
صدقے تری مصیبت و غربت پہ فاطمہؑ
بس اے حسینؑ بس کہ ہلا عرشِ کبریا
تڑپے ابوالحسنؑ بھی دلِ بے قرار سے
بیٹا! رسولِ حق نکل آئے مزار سے

(۴۶)

اے میرے لال تیرے ارادوں کے میں نثار
یہ آخری سفر ہے مرے دل کا اضطرار
کیسے کہوں جو دل پہ گذرتی ہے گلعذار
ہوتا ہے بے چراغ مرے باپ کا مزار
جو تجھ پہ ظلم ہوں گے یہ دُکھیا اُٹھائے گی
بیٹا یہ غم نصیب ترے ساتھ جائے گی

(۴۷)

آنسو بہاؤں گی ترے رنج و الم کے ساتھ
آنکھیں بچھاؤں گی ترے نقشِ قدم کے ساتھ
زہرا نڈھال ہو گی ہر اک تازہ غم کے ساتھ
میرا کلیجہ نکلے گا پوتے کے دم کے ساتھ
گھبرا نہ میرے چاند ہر اک دُکھ بٹاؤں گی
میں تیرے ساتھ لاشۂ اکبر اٹھاؤں گی

(۴۸)

جائے گا تو جو نہر پہ بھائی کی لاش پر
میں تیرے ساتھ ساتھ چلوں گی برہنہ سر
بیٹا حسینؑ! کیا تجھے اس کی نہیں خبر
عباسؑ تیرا بھائی تو میرا دل و جگر
تو لاش اٹھائے گا تو صفِ غم بچھاؤں گی
میں گود میں کٹے ہوئے ہاتھوں کو لاؤں گی

(۴۹)

بیٹا! حسن کے لال کی خاطر یہ کیا خیال
میرے حسن نے تجھ پہ نچھاور کیا وہ لال
فدیے کے واسطے کوئی کرتا ہے یوں ملال
بیٹا! میں اس گھڑی بھی رہوں گی شریکِ حال
غم ہر قدم اٹھا کے دلِ پاش پاش کے
ٹکڑے چنوں گی رن سے میں قاسم کی لاش کے

(۵۰)

بیٹا! حسین اس تری حالت کے میں نثار
لائے گا قتل گاہ میں جب اپنا شیر خوار
ہو جائے گا جو دشمنِ انسانیت کا وار
تڑپے گا میرے دل کی طرح تیرا گلعذار
اس دم وہ خون پیشیٔ داور کے واسطے
مَل لوں گی اپنے چہرے پہ محشر کے واسطے

۵۱

ہاں میرے لاڈلے میری زینبؑ ہے ہوشیار
بے پردہ ہو نہ جائے کہیں میری پردہ دار
محمل کے ساتھ ساتھ ہو عباسؑ ذی وقار
تاکید ہو یہ اکبرؑ مہ رُو کو بار بار
آمادہ ہر قدم پہ رہے پیشوائی کو
تکلیف ہو نہ راہ میں زہراؑ کی جائی کو

۵۲

لے اب لحد سے اُٹھ میرے دلدار الوداع
آئے کہیں نہ دین پہ آزار الوداع
حق سے چھڑی ہے کفر کی پیکار الوداع
کُنبے کی چادروں سے خبردار الوداع
بیٹا ہر ایک تجھ سے دُرِ بے بہا چھنے
لیکن نہ زندگی میں بہن کی رِدا چھنے

۵۳

جامِ قدرِ رسولؐ پہ اب میرے لالہ فام
لازم ہے ناناؐ جان کو بھی آخری سلام
دینا میری طرف سے یہ حسرت بھرا پیام
ممکن نہیں مدینے میں زہرا کرے قیام
تم بھی لہو میں اپنا چمن دیکھنے چلو
زینبؑ کے بازوؤں میں رسن دیکھنے چلو

۵۴

جس دم سنا حسینؑ نے زہرا کا یہ جواب
اُبھری دل و نظر میں تمنائے انقلاب
چہرے پہ مسکرانے لگا دین کا شباب
اُٹھتے ہوئے لحد سے کیا آخری خطاب
یوں خونِ دل سے رنگ بھروں گا حیات میں
زندہ رہے گا دینِ خدا کائنات میں

تقدیر کو مطابقِ تدبیر کر لیا
مستقبلِ حیات کو جاگیر کر لیا
ظلم یزیدِ وقت کے خنجر سے کاٹ کر
تو نے حسینؑ موت کو تسخیر کر لیا

معصوم اصغرؑ کے قتل سے تو نے
عاشور کو تاریخِ شہادت لکھ دی
دنیا کے مدبر یہ سمجھتے ہیں حسینؑ
بہتے ہوئے پانی پہ عبارت لکھ دی

maablib.org

پیکرِ عظمتؑ

تُو اعتبارِ نفس کا جوہر ہے اے حسینؑ

maablib.org

قوت ہے سرکشی کو دبانے کے واسطے
عنواں ہے راستی کے فسانے کے واسطے
دنیا میں کون تجھ سے جُدا ہو گا اے حسینؑ
تُو قدرِ مشترک ہے زمانے کے واسطے

ہزار سجدے زمینِ حرم پہ ہوں لیکن
نصیب رُوحِ عبادت نہیں تو کچھ بھی نہیں
بتا دیا ہے نبیؐ کے طویل سجدے نے
حسینؑ تیری محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

۱

تُو اعتبارِ نفس کا جوہر ہے اے حسینؑ
تُو ارتقائے فکرِ پیمبرؐ ہے اے حسینؑ
تُو انتہائے مرضیٔ داور ہے اے حسینؑ
تو ابلِ زندگی کا مقدر ہے اے حسینؑ
بُنیادِ حُرّیت ہے اثر تیری بات کا
عنواں ہے تیرا نام کتابِ حیات کا

۲

تُو خاتمِ شعورِ قیادت ہے اے حسینؑ
تُو واقفِ تموّجِ فطرت ہے اے حسینؑ
تو معنیٔ اصُول و طریقت ہے اے حسینؑ
تُو مُوجدِ نمازِ محبّت ہے اے حسینؑ
کعبے کی بندگی ہو کہ تقدیسِ دیر ہو
باطل ہے وہ نماز جو تیرے بغیر ہو

(۳)

تُو صبحِ کائنات کی طلعت ہے اے حُسینؑ
تُو زندگی کے واسطے رحمت ہے اے حُسینؑ
تُو معرفت کی آخری آیت ہے اے حُسینؑ
تُو مصطفےٰؐ کے نفس کی صُورت ہے اے حُسینؑ

جب قومیت بچانے کا ہنگام آئے گا
دشمن کی بھی زباں پہ ترا نام آئے گا

(۴)

ایماں ہے جس کا زر وہ خزینہ تُو ہی تو ہے
حق جس کی آب ہے وہ نگینہ تُو ہی تو ہے
توحید جس کا دل ہے وہ سینہ تُو ہی تو ہے
اُبھرا جو ڈوب کر وہ سفینہ تُو ہی تو ہے

سر دے دیا مگر نہ کہیں اپنی بات دی
تُو ہی تو ہے کہ موت کو جس نے حیات دی

(۵)

غالب جو موت پر ہے وہ انساں تُو ہی تو ہے
جو رُک سکا نہ اُٹھ کے وہ طُوفاں تُو ہی تو ہے
لاتفسدوفی الارض کا فرماں تُو ہی تو ہے
جس کو ملی زبان وہ قرآں تُو ہی تو ہے

جب ہر خیال موردِ الزام بن گیا
تیرا قدم محافظِ اسلام بن گیا

(۶)

تیرا وجود صنعتِ قُدرت کا شاہکار
تیرا ضمیر معنیٔ قرآنِ کردگار
فطرت کی شاہراہ ہے تیرے لہو کی دھار
تُو اے حُسینؑ وقت پہ توحید کی پُکار

غلبہ کیا تھا دین پہ جب کُفرِ شام نے
عزت نبوتوں کی رکھی تیرے نام نے

۷

خنجر کی دھار پر وہ تری حق نما خودی
کہیے حقیقتاً جسے تقدیرِ زندگی
وہ سجدۂ نیاز وہ معصوم دلکشی
معبود اور عبد میں وہ شانِ باہمی
ایسے میں تو جو حقِ وفا مانگنے لگا
خود کبریا بھی تیری رضا مانگنے لگا

۸

ہمت تیرے نثار وہ ہمت سے اُٹھا
مظلومیت میں عالمِ قوت لئے اُٹھا
کچھ اس طرح سے فکرِ قیادت لئے اُٹھا
تا حشر فتحِ دین و سیاست لئے اُٹھا
تجھ سے جہاں میں اہلِ خرد کا نشاں ہے آج
تیرا خیال منزلِ ہر کارواں ہے آج

(۹)

نخوت کا نام تا بہ قیامت مٹا دیا
ظلم و جفا کو موت کا ساغر پلا دیا
دنیا کو مقصدِ بنی ھاشم بتا دیا
جب اٹھ گیا چراغ یزیدی بجھا دیا
خود کو اٹھا کے جبرِ حکومت کے سامنے
کثرت کا سر جھکا دیا قلّت کے سامنے

(۱۰)

لاریب تو ہے مہرِ درخشانِ زندگی
زیبا تجھے صدارتِ ایوانِ زندگی
تیرا شعار بوئے گلستانِ زندگی
تو نے دیا زمانے کو فرمانِ زندگی
انسانیت پہ راج ہے تیرے اصول کا
تو وارثِ تمام ہے قدرِ رسولؐ کا

۱۱

ٹکڑے تری نگاہ سے قانونِ قیصری
قرباں ترے قدم پہ کلاہِ سکندری
قائم ترے عمل سے وقارِ پیمبری
ظاہر ترے نظام سے آئینِ داوری
سیراب کرکے خون سے وحدت کے پھول کو
بخشا ہے تُو نے تاجِ شہادت رسولؐ کو

۱۲

شوکت میں دبدبے میں فنِ کارزار میں
ہمت میں اور تحمل و صبر و قرار میں
جود و سخا میں طاعتِ پروردگار میں
لائے حسینؑ تجھ سا کوئی روزگار میں
اس طرح کون موردِ رنج و الم رہا
تُو ہی تھا اے حسینؑ جو ثابت قدم رہا

(۱۳)

اے فاطمہؓ کے لال مسلماں کے سر کے تاج
دیتی ہے کائناتِ محبت تجھے خراج
اُبھرا ترے وجود سے ڈوبا ہوا سماج
باقی ہے تیرے نام سے تہذیب کا رواج
وحدانیت کا مقصدِ اعلانیہ ہے تُو
پائندگیٔ کشورِ اسلامیہ ہے تُو

(۱۴)

اُس وقت جب جہاں میں درِ ظلم باز تھا
غالب حقیقتوں پہ فریبِ مجاز تھا
بگڑا ہوا اصولِ تمدن کا ساز تھا
طوفاں کی زد پہ دینِ خُدا کا جہاز تھا
اُس دور میں حمایتِ حق کی سپر لئے
تو ہی اُٹھا تھا اپنی ہتھیلی پہ سر لئے

(۱۵)

چھایا ہوا تھا کفر پریشاں تھی زندگی
اِک آگ سی تھی سارے جہاں میں لگی ہوئی
انسان تھے پہ نام کو انسانیت نہ تھی
برباد ہو رہی تھی کمائی رسولؐ کی
اُس وقت تُو نے بارِ شہادت اُٹھا لیا
باغِ رسولؐ دورِ خزاں سے بچا لیا

(۱۶)

اسلام کے شباب پہ آیا تھا جب زوال
پیشِ نظر حفاظتِ قرآں کا تھا سوال
اللہ رے حسینؑ ترا نفسِ بے مثال
دل کا سکوں بنا لیا اندیشۂ مآل
جب ہر نفس نے راہِ گریز اختیار کی
تُو نے جوانیٔ علی اکبرؑ نثار کی

(۱۷)

اے دیں پناہ محسنِ عالم ہے تیری ذات
انساں پہ تُو نے سہل کی دُشوارئ ممات
سرِ دے کے یوں بدل دیا مفہُوم کائنات
خودارئ ضمیر ہوا مقصدِ حیات
غیر از خُدا کبھی نہ درِ غیر پر جُھکے
یعنی بلند ہو کے نہ مُسلم کا سر جُھکے

(۱۸)

تُو نے حُسینؑ کُفر کو حق سے جُدا کیا
تُو نے حُسینؑ نامِ فنا کو بقا کیا
تُو نے حُسینؑ عزم کو عزمِ وفا کیا
تُو نے حُسینؑ عشق کو عشقِ خُدا کیا
تجھ جو رہِ رضا کے طریقے سکھا دیئے
تُو نے حُسینؑ معنئ قرآں بتا دیئے

۱۹

جھیلے خوشی خوشی غمِ دُنیا کے مرحلے
گھٹنے دیئے نہ بڑھتے ہوئے دل کے ولولے
سوزِ عطش میں اُف وہ تحمّل وہ حوصلے
جاری رہے خدا کی عبادت کے مشغلے
سجدہ زمینِ گرم پہ تیغوں کی چھاؤں میں
گویا سما رہی تھی مشیت اداؤں میں

۲۰

ٹھکرائیں ہر قدم پہ جہاں کی ولایتیں
رکھ لیں نظر میں دینِ نبیؐ کی حمایتیں
دے کر عمل سے خلقِ خدا کو ہدایتیں
لکھ دیں جگر کے خون سے قرآں کی آیتیں
ظلمت جہاں سے مٹ گئی اسلام رہ گیا
قائم رہی نماز ترا نام رہ گیا

(۲۱)

جو برتر از گماں ہے وہ دولت خرید لی
فطرت کی لازوال حکومت خرید لی
خلاقِ دوجہاں کی مشیت خرید لی
سر دے کے اپنے خون کی قیمت خرید لی
دُنیا کو اے حسینؑ یہ منزل بہم نہیں
تیرا مزار خانۂ کعبہ سے کم نہیں

(۲۲)

اے مرتضیٰؑ کی شانِ امامت کی آبرو
اے انبیاؑ کے نازِ نبوت کی آبرو
اے مصطفےٰؐ کی جانِ رسالتؐ کی آبرو
اے جملہ کائنات میں وحدت کی آبرو
تو ہی تو معرفت کا شعورِ تمام ہے
اسلام تیرے سجدۂ آخر کا نام ہے

(۲۳)

تیرے بدن پہ زخموں کے ہنستے ہوئے گلاب
آئینِ ضبط و شکر کی تصویرِ لاجواب
آنکھوں میں انتظارِ شہادت کا اضطراب
کہیے جسے تحفظِ توحید کا شباب

یوں بہہ رہے تھے خون کے قطرے جبین پر
گویا اُتر رہے تھے صحیفے زمین پر

(۲۴)

قاسمؑ کی لاش اٹھانے کا انداز مرحبا
وہ لاش جس کے ٹکڑے تھے مقتل میں جابجا
جلتی زمیں پہ بھائی کا گلشن لٹا ہوا
پایا کہیں سے فرق تو بازو کہیں ملا

ایسے میں تو نے صبر کے دریا بہا دیئے
بکھرے ہوئے کلیجے کے ٹکڑے اُٹھا لیے

(٢٥)

وہ تیرے جاں نثار سرافراز وکامیاب
وہ تیرے منتخب کہ فدا جن پہ انتخاب
بے مثل بے نظیر دو عالم میں لاجواب
حق دار و حق گذار و حق آگاہ و حق مآب
جانباز تھے دلیر تھے غازی تھے مرد تھے
وحدت گراہ فردِ محبت میں فرد تھے

(٢٦)

وہ ان کے ولولے وہ صداقت بیانیاں
زندہ ہیں جن کے دم سے خدا کی نشانیاں
وہ حوصلے وہ دِل وہ عمل کی جوانیاں
قربان جن پہ تابہ ابد کامرانیاں
تیری نمازِ عشق کے آئینہ دار تھے
دنیا میں انقلاب کے پروردگار تھے

۲۷

ایسے وفا پرست کہ جن کی نہیں مثال،
تیغوں میں تھے بنے ہوئے نورِ خدا کی ڈھال
جنگ و جدل میں جن کے قدم صورتِ جبال
نعرہ کریں تو کانپ اُٹھے عرصۂ قتال
لکھتا تھا کوئی نام جو خنجر کی آب پر
پیری میں مسکراتا تھا کوئی شباب پر

۲۸

جز نصرتِ الٰہ دلِ اُن کے کہاں لگے
اُف تک نہ کی ہزار ستم کے نشاں لگے
پروا نہ کی سینوں پہ زخمِ سناں لگے
ماتھوں پہ بل نہ آئے جو گرزِ گراں لگے
نیند آگئی تو فرشِ شہادت پہ سو گئے
انسانیت کے نام پہ قربان ہو گئے

(۲۹)

جو تیرے ناصروں کی جبینوں سے تھی عیاں
وہ روشنی فلک کے ستاروں میں ہے کہاں
اللہ رے وہ وقار وہ حشمت وہ عز و شاں
کرتا ہے رشک جن کی بلندی پہ آسماں
بھولے ہوئے جہاں کی ہر اک زیب و زین تھے
سب اپنے اپنے عزم میں گویا حسینؑ تھے

(۳۰)

مانا کہ پھر نظامِ زمانہ بگڑ گیا
مانا کہ پھر یہ تفرقہ عالم میں پڑ گیا
مانا بشر سلاسلِ زر میں جکڑ گیا
مانا کہ آج باغِ اخوت اُجڑ گیا
لیکن یہ سارے داغ ترے غم سے دھو گئے
جب تیرا نام آ گیا سب ایک ہو گئے

(۲۱)

تجھ پر سلام صبر کی دنیا کے تاجدار
تجھ پر سلام ملکِ صداقت کے شہریار
تجھ پر سلام گلشنِ توحید کی بہار
تجھ پر سلام احمدِ مرسلؐ کی یادگار
انساں کو زندگی کا قرینہ سکھا گیا
خود مر گیا زمانے کو جینا سکھا گیا

(۲۲)

لایا کچھ ایسا رنگ ترے خون کا اثر
جنبش میں آسکے نہ حکومت کے بال و پر
عفریت سرکشی نے اٹھائی نہ پھر نظر
باقی رہے نہ کوفہ و بغداد کے شرر
یوں چھین لی حیات یزیدی نظام سے
بیعت نہ پھر سوال ہوئی تو امام سے

۲۳

وہ دشتِ کربلا کا مرقع ہے یادگار
اس واقعے سے فطرتِ عالم ہے بے قرار
دنیائے عقل و ہوش میں پیدا ہے انتشار
ہے دو جہاں میں ہمتِ معصوم کی پکار
اس دم صدائے ارض و سما دلخراش تھی
ہاتھوں پہ تیرے جب علی اصغرؑ کی لاش تھی

۲۴

رخصت کو وہ خیام میں آنا ہے یادگار
کہنہ لباس تن پہ سجانا ہے یادگار
اہلِ حرم کو پاس بلانا ہے یادگار
زینبؑ کو وہ گلے سے لگانا ہے یادگار
خورد و کلاں پہ جب ترا آخر سلام تھا
ایسے میں دل سنبھالنا تیرا ہی کام تھا

۲۵

بامِ فلک پہ چاند محرم کا دیکھ کر
انساں کہے گا تیری کہانی بچشمِ تر
پانی کے بند ہونے پہ ٹھہرے گی جب نظر
روئے گی زندگی ترے بچوں کی پیاس پر
ہل جائیں گے کلیجے بہتّر کی یاد میں
پھٹ جائیں گے جگر ترے اصغرؑ کی یاد میں

۲۶

دنیا کے ہر خطیب کی ہوگی یہی پکار
مظلومِ کربلا ہے شرافت کا تاجدار
جادو رقم ادیب لکھیں گے یہ بار بار
حق ہے حسینیت کی بقا آشنا بہار
شاعر جہاں چراغِ عقیدت جلائیں گے
نظموں کو تیرے نام کا پرچم بنائیں گے

(۴۷)

ہر قوم کو دیئے ہیں جو آزادیوں کے جام
تجھ کو بھلائے گا نہ کسی قوم کا نظام
دنیا کے ہر محاذ پہ آئے گا تیرا نام
ہر زندگی ادب سے کرے گی تجھے سلام
ذہنی ترقیوں کو اجالا بنائیں گے
تجھ کو حسینؑ غیر بھی اپنا بنائیں گے

(۴۸)

مذہب کے پیر ہوں کہ سیاست کے راہبر
مشرق کے نکتہ چیں ہوں کہ مغرب کے دیدہ ور
گوتم کے مقتدی ہوں کہ عیسیٰؑ کے دین پر
آتش پرست ہوں کہ بتوں کے جواز گر
غیرت پسند اصول نہ توڑیں گے اے حسینؑ
انسان تیرا ساتھ نہ چھوڑیں گے اے حسینؑ

(۳۹)

عالم کے پیشواؤں کی تاریخ دیکھ کر،
بے ساختہ پکار رہی ہے ہر اک نظر
وہ عالمِ جہاد ہو یا غم کی دوپہر
سبقت نہیں کسی کو ترے امتحان پر
بھائی کے غم میں تیغ چلانا کمال ہے
اکبرؑ کی لاش رن سے اٹھانا کمال ہے

(۴۰)

کس کو ملا ہے ایسا کلیجہ علیؑ کے لال
دی کس نے ضبط و صبر کی ایسی کوئی مثال
قاسمؑ کی لاش سامنے ہوتی ہو پائمال
تڑپیں لہو میں عونؑ و محمدؑ سے نونہال
چہرے پہ خونِ ہدیۂ آخر لگا رہے
لیکن تیری زبان پہ شکرِ خدا رہے

(۴۱)

میداں میں یوں رسولؐ کا پرچم اٹھا لیا
پنجے کے بدلے بھائی کا بازو لگا لیا
چادر بہن کی بے کے پھریرا بنا لیا
ہم شکلِ مصطفےٰ کے لہو سے سجا لیا
آخر نشانِ دینِ محمدؐ کو تھامنے
عابدؑ کی بیڑیاں تھیں ہواؤں کے سامنے

(۴۲)

تاریخ کے ورق پہ وہ منظر ہے اشکبار
تو جس گھڑی فرس پہ ہوا آخری سوار
پردے سے کہہ رہا تھا یہ زینبؑ کا اضطرار
بھیا ذرا کرو علیؑ اکبر کا انتظار
تاخیر کیوں ہوئی میرے کڑیل جوان کو
کہہ دے کوئی سوار کرے بابا جان کو

(۴۳)

وہ بار بار زوجۂ عباسؑ کی پکار

دریا سے اُٹھ کے آؤ محبت کے تاجدار

بانوئے شاہِ دیں کو نہیں ہوش میں شار

کیا ہو گیا غلام کو آقا ہوئے سوار

صاحب ملے نہ داغِ یتیمی سکینہ کو

قربان جاؤں روک لو شاہِ مدینہ کو

(۴۴)

اِک سمت بال کھولے ہوئے زوجۂ حسنؑ

قاسمؑ کو دے رہی تھی صدائیں بصد محن

ایسے میں کام آئے نہ لالے میرے گلبدن

اتنا پسند آیا شہادت کا پیرہن

کچھ بھی نہ انتظار مرے مہ لقا کیا

تنہا چچا کو چھوڑ کے سوئے یہ کیا کیا

(۴۵)

گوشے میں سر جھکائے ہوئے غمزدہ رباب
کرتی تھی اپنے لال کے جھولے سے یوں خطاب
لاؤں کہاں سے جھولنے والے کا اب جواب
لے جائیں قتل گہہ میں جسے آسماں جناب
خالی ہے گود اور مقدر زوال پر
قربان اب کسے کروں زہراؑ کے لال پر

(۴۶)

اس وقت اے حسینؑ ترے صبر کی بہار
باقرؑ کو چوم لینا سکینہؑ کو کر کے پیار
وہ غمزدوں کا تیری تسلّی پہ اعتبار
جس کی ادا پہ آیتِ والعصر ہو نثار
خاموشیوں سے دامنِ سجّادؑ بھر دیا
زینبؑ کو قافلے کا نگہبان کر دیا

○

برلو تو کربلا کے حسینی سپاہیو
کس بات پر اجل کو گلے سے لگا لیا
ہنس ہنس کے برچھیوں سے لپٹنا دلیل ہے
تم نے خدا حسینؑ کی آنکھوں میں پا لیا

○

زمانہ کیا ہے زمانے کی انتہا کیا ہے
بشر تموّجِ فطرت سے آشنا کیا ہے
وہاں پہ تیری شہادت جواب ہو گی حسینؑ
جہاں سوال کیا جائے گا خدا کیا ہے

معراجِ وفا

کس باوفا کے نام سے نامِ وفا ہے آج

maablib.org

رہتے تھے سدا فدیۂ جانِ شبیرؑ
ایمان سمجھتے تھے نشانِ شبیرؑ
کیوں آتی نہ زہراؑ کے لہو کی خوشبو
عباسؑ نے چوسی تھی زبانِ شبیرؑ

آبِ فرات پر جو کیا سایۂ علم
ہر موج کو نجات کی کشتی بنا دیا
عباسؑ کی وفاؤں کا اعجاز دیکھئے
سقّوں کو بے حساب بہشتی بنا دیا

(۱)

کس باوفا کے نام سے نامِ وفا ہے آج
انسانیت میں کس کے عمل کی ضیا ہے آج
کس کا وقارِ عظمتِ دینِ خدا ہے آج
بزمِ جہاں میں کون ابد ماجرا ہے آج
پانی دیا ہے کس نے ریاضِ رسولؐ میں
کس کے نفس کی بُو ہے محبت کے پھول میں

(۲)

دنیا میں ارتقائے بشر کا سبب ہے کون
مہرِ شعور نیّرِ بُرجِ ادب ہے کون
قرباں شجاعتیں وہ شجاعِ عرب ہے کون
جس کو چُنا حسینؑ نے وہ منتخب ہے کون
حیرت ہے کس کے عزم پہ قلبِ ثبات کو
کس تشنہ لب نے فوجوں سے چھینا فرات کو

(۳)

ہمدردیوں میں نُور ہے کس کے شعور کا
غمخواریوں میں حُسن ہے کس کے ظہور کا
اندازِ عشق و لولہ ہے کس حضُور کا
فطرت ہے عکس کس کی ادائے غیور کا
کِس کی اَدا ہے نقشِ جبینِ حیات پر
قبضہ ہے آج کِس کا دلِ کائنات پر

(۴)

یکتا ہے کون مہر و محبّت کے رنگ میں
سُرخی ہے کس کے خُوں کی شرافت کے رنگ میں
کس دِل کی آبرو ہے صداقت کے رنگ میں
انسانیت ہے کس کی شہادت کے رنگ میں
جس سے تجلّی نیّرِ اعظم کی ماند ھے
یہ کون آسمانِ اطاعت کا چاند ھے

۵

ہیبت کو تھرتھری ہے یہ کس کا جلال ہے
معنیٔ فتح کس کی شجاعت کا حال ہے
قربان کس کی بات پہ نطقِ کمال ہے
تیغوں میں کون مصحفِ ناطق کی ڈھال ہے
کس کا لہو بیاضِ فلک کے ورق پہ ہے
تحریر کس کا نام لوائے شفق پہ ہے

۶

عظمت فروزِ احمدِ مختار کون ہے
توحیدِ کبریا کا علمدار کون ہے
نصرت کو ناز ہے وہ مددگار کون ہے
حیدر کی آبرو ہے وہ کرار کون ہے
کن تیوروں کی شان دلِ پنجتن بنی
محرابِ کعبہ کس کی جبیں کی شکن بنی

(۷)

اصلِ وقارِ مصدرِ اوجِ شرف ہے کون
تاجِ شہِ نجف ہے وہ دُرِّ نجف ہے، کون
توقیرِ عصر فخرِ جہانِ سلف ہے کون
ہے لفظِ عشق جس کا گہر وہ صدف ہے کون
دِل جس کا پاسبان ہے وحدت کے باغ کا
پروانہ ہے یہ کون حسینؑ چراغ کا

(۸)

ہے راہِ حق میں کس کی خُودی سترِ بیخودی
کس مرد کی وغا ہے کمالِ سپہ گری
روحِ علیؑ نے کس کی شجاعت پہ داد دی
کس نے زرہ بغیر ہزاروں سے جنگ کی
کس کے نشاں کی لاج میں ہے مصطفےٰ کی لاج
رکھی ہے کس کے ہاتھوں نے دستِ خدا کی لاج

۹

کس کا خلوصِ قلب ہے تہذیبِ کائنات
کس کا جمالِ فکر ہے آئینۂ حیات
خیر العمل کی جان ہے کس باعمل کی ذات
کس کے شعورِ ہوش نے رکھ لی خرد کی بات
محسن ہے کون عالمِ انساں کے واسطے
قوّت ہے کس کا نام مسلماں کے واسطے

۱۰

جنّت ہے کس شہیدِ منوّر کے خوں کی بُو
بوئے حق ہے کس دلِ مضطر کے خوں کی بُو
آتی ہے کس کے جسم سے حیدر کے خوں کی بُو
ملتی ہے کس کے خوں میں پیمبر کے خوں کی بُو
یہ انتہا کہ فاطمہؑ کا نورِ عین ہے
کون اس طرح بغیر امامت حسینؑ ہے

(۱۱)

کِس نے جہاں میں حقِ رفاقت ادا کیا
کِس نے عمل سے نُصرتِ حق کا سبق دیا
کس نے کمالِ ضبط سے ہر زخمِ دِل سیا
کِس نے جہانِ نفس کا خود امتحاں لیا
موجوں کو غم ہے کِس دلِ پُر اضطراب سے
دریا ہے کس کے سامنے پانی حجاب سے

(۱۲)

کِس دِل کے حوصلوں کی بلندی ہے آسماں
کِس کی نظر سے پست ہے تنویرِ کہکشاں
تاریخ کہہ رہی ہے کِسے رُوحِ کارواں
دریا ہے کِس کے جذبِ حمیّت کی داستاں
رانْدے ہوئے ہیں کون سے ناکام آب کے
اُلٹے پڑے ہیں شرم سے کوزے حباب کے

۱۳

جاری لبِ فرات پہ ہے کس کی داستاں
کس کی وفا ہے واقعۂ کربلا کی جاں
لہرایا کس کے دوش پہ اسلام کا نشاں
تسکینِ اہلبیت ہیں کس کی تسلیاں
تکبیرِ عشق کس کی محبت کا ساز ہے
کس مردِ پُر حسینؑ سے انساں کو ناز ہے

۱۴

کس نفسِ معرفت کا فسانہ ہے زندگی
آئینِ بندگی ہے صفا کس کے قلب کی
پھیلی ہے کس سہیلِ اطاعت کی روشنی
کس کا وجود ناز ہے آئینۂ علیؑ
عباس جس کا نام ہے کون ارجمند ہے
دنیا میں آج کس کا علم سربلند ہے

(۱۵)

اہلِ وفا کی جان ہے کِس کا دِل و جگر
پیاسوں کا اضطراب ہے کِس شیر کی نظر
برسے ہیں کِس کے بعد ستم اہلبیتؑ پر
کِس کی اجل نے توڑ دی شبیرؑ کی کمر
زینبؑ کی آس ٹوٹ گئی کِس جری کے بعد
ذریتِ رسولؐ لُٹی کس جری کے بعد

(۱۶)

آ ہم نشیں! سُناؤں تجھے اُس جری کا حال
مظلوم جس کے بعد ہوا فاطمہؑ کا لال
جب مصطفےٰؐ کے باغ پہ آنے لگا زوال
سولہ پہر کی پیاس سے بچّے ہوئے نڈھال
یوں اضطراب ننھے سے چہروں پہ چھا گیا
بچّوں نے پانی پانی کہا اور غش آ گیا

(۱۷)

تھی اُن میں چار سال کی اک دُخترِ حُسینؑ
عباسؑ جانتے تھے جسے اپنے دل کا چین
پیاری تھی سارے گھر کی وہ حضرت کی نورِ عین
آیا اُسے جو ہوش تو بولی بہ شور و شین
کیجے سبیل تشنہ دہانی کے واسطے
عمو سکینہ مرتی ہے پانی کے واسطے

(۱۸)

عباسؑ نے سُنی جو بھتیجی کی یہ صدا
اُٹھا جگر میں درد کلیجہ تڑپ گیا
فرمایا خون روتا ہے اس بات پر چچا
قربان تیری پیاس کے لیے میری مہ لقا
یہ کمسنی یہ رنج ترے دم کے واسطے
عباسؑ زندہ گیا اس غم کے واسطے

(۱۹)

اچھا ابھی فرات پہ جاتا ہوں غم نہ کھا
پانی ابھی ترے لئے لاتا ہوں غم نہ کھا
یہ فوج کیا ہے دم میں بھگاتا ہوں غم نہ کھا
اے لال جاکے میں ابھی آتا ہوں غم نہ کھا
روکے گا مجھ کو راہ میں کس کی مجال ہے
بیٹا ترا چچا اسدِ حق کا لال ہے

(۲۰)

معصوم نے سنا یہ تمنا بھرا کلام
پھیلا کے ہاتھ دوڑ کے لپٹی وہ لالہ فام
بولی نثار اپنے چچا کے یہ تشنہ کام
اصغر کو بھی پلاؤں گی پانی کا ایک جام
مل جائے گی حیات مرے بے زبان کو
اللہ سدا پہ رکھتے مرے عمّو جان کو

۲۱

باتیں چچا بھتیجی کی اُلفت بھری تمام
سُنتے تھے سر جھکائے ہوئے شاہِ تشنہ کام
آغاز کی نگاہ میں تھے اس طرف کلام
انجام کہہ رہا تھا عبث ہے یہ انتظام
کچھ آسرا نہیں، دلِ بے آس کے لئے
آخر سکینہ روئے گی عباسؑ کے لئے

۲۲

اس ماجرائے درد کا اتنا ہوا اثر
عباسؑ نے رکھا قدم شاہِ دیں پہ سر
کی عرض اِذن دیجئے پھٹنے لگا جگر
آنکھوں سے خون ٹپکتا ہے بچوں کی پیاس پر
لازم ہے سرزنش شہِ بد نہاد کی
آقا ملے مجھے بھی اجازت جہاد کی

(۲۳)

حد سے بڑھی ہے ظلم و جفا میں سپاہ شام
انصار و اقربا نے کیا خلد میں قیام
ڈوبے لہو میں عونؑ و محمدؑ سے لالہ فام
اکبرؑ سے مہ لقا کی جوانی ہوئی تمام
پیشِ نگاہ لاشۂ قاسمؑ کا حال ہے
مولا بس اب غلام کا آخر سوال ہے

(۲۴)

بیچین کر رہی ہے شہادت کی آرزو
حسرت یہ ہے غلام بھی ہو جائے سُرخرو
سبقت جو لے گئے ہیں بڑھی اُن کی آبرو
کچھ آبرو مری بھی رکھیں شاہِ نیک خو
اُف اتنی دیر نصرتِ آلِ رسولؐ میں
شرمندہ ہے غلام نگاہِ بتولؑ میں

۲۵

سرکار نے کیا تھا مدینے سے جب سفر
اماں نے خود یہ مجھ سے کہا تھا بچشم تر
عباسؑ تو ہے فاطمہؑ کے لال کی سپر
ہاں خدمتِ حسینؑ رہے مقصدِ نظر
آئے جو کوئی وقت کنارا نہ کیجیو
سر فاطمہؑ کے لال سے پیارا نہ کیجیو

۲۶

دیجیے رضا کہ حقِ غلامی ادا کروں
تکمیلِ آرزوئے دلِ مرتضیٰؑ کروں
حسرت ہے فوجِ شام سے ایسی وغا کروں
دہرائے زندگی وہ تلاطم بپا کروں
پروانہ ہوں میں آلِ محمدؐ کے نور کا
مولا میرا وجود ہے صدقہ حضورؑ کا

(۲۷)

عباسؑ میرا نام ہے کیا ہے سپاہِ شام
آنے تو دیجے ہاتھ میں شبدیز کی لجام
کثرت ہے بزدلوں کی سواروں کا اژدہام
کہہ دے گی آپ خون اُگلتی ہوئی حسام
تیغِ دو دم کا کھیت نرالا پڑا انہیں
شاید علیؑ کے شیر سے پالا پڑا انہیں

(۲۸)

مِل جائے اذنِ جنگ تو دیکھیں گے خود حضور
کس طرح ٹوٹتا ہے بنِ سعد کا غرور
وہ رن پڑے پکار اٹھیں صاحبِ شعور
میداں بھرا ہے کفر کی لاشوں سے دُور دُور
آبِ شفق زمیں سے نہ شرمائے تو سہی
دریا کا رنگ سُرخ نہ ہو جائے تو سہی

(۲۹)

سبطِ نبیؐ نے دیکھ کے عباسؑ کا جلال
چھاتی سے سر لگا کے یہ دل میں کیا خیال
دے دی جو اس جری کو اجازت پئے جدال
تکمیلِ داستانِ وفا ہو یہ ہے محال
امت سے انتقام مرا مدعا نہیں
یہ صبر کا جہاد ہے تلوار کا نہیں

(۳۰)

پھر انتہائے ضبط سے کی اتنی گفتگو
اچھا کرو ملال نہ اے میرے ماہ رُو
واللہ تم تو سب سے زیادہ ہو سُرخرو
پیاسوں کے واسطے کرو پانی کی جستجو
بے تیغ چھین لو جو ترائی تو خوب ہے
نیزے سے سر کرو یہ لڑائی تو خوب ہے

(۲۱)

آنکھوں سے پھر بہن کو بلا کر کیا خطاب
جی بھر کے آج دیکھ لو تصویرِ بُوتراب
مقتل میں ڈوبنے کو چلا میرا آفتاب
زینبؑ کہاں سے لاؤ گی عباسؑ کا شباب
آتا ہے اب زوال علیؑ کی کمائی کو
رُخصت گلے لگا کے کرو چھوٹے بھائی کو

(۲۲)

زینبؑ تم اپنے ہاتھ سے دو بھائی کو علم
لے لو بلائیں نصرٌ من اللہ کرکے دم
وہ وقت آگیا ہے یداللہ کی قسم
اصغرؑ سے بے زباں کو لگے ناوکِ ستم
ٹوٹا دلِ حسینؑ برادر کے داغ سے
یہ داغ بڑھ گیا علی اکبرؑ کے داغ سے

۴۳

کلثومؑ سے کہو کوئی مشکیزہ لے کے آئیں
بھائی کے جسم پر یہ انوکھی زرہ سجائیں
سقائے اہلبیت علمدار کو بنائیں
مانگیں تمام شوکتِ اسلام کی دعائیں
قربان ہو جہاد نرالی اداؤں پر
دریا جبیں رکھے مرے بازو کے پاؤں پر

۴۴

تقدیر نے دکھا دیا آخر وہی سماں
عباسؑ نامور سوئے میداں ہوئے رواں
خیبر کشا کی شان سے نصرت تھی پاسباں
مشکیزہ ایک دوش پہ اک دوش پر نشاں
آئینہ تھے جو فاتحِ بدر و حنین کے
جوشن تھے بازوؤں پہ دعائے حسینؑ کے

(۳۵)

حائل جو راستے میں ہوئی فوجِ نابکار
حملہ کیا علیؑ کے غضنفر نے ایک بار
نیزے کی جنبشوں میں تھے اندازِ ذوالفقار
دانستہ کھیلتے تھے اجل سے ستم شعار
بھاگے وہ بد نہاد جو آئے تھے گھیرنے
قبضہ کیا فرات پہ حیدر کے شیر نے

(۳۶)

ڈالا فرس کو آبِ رواں میں بہ کرّ و فر
آئی ہوائے سرد تو پھکنے لگا جگر
اللہ رے ضبط آپ نہ پانی پہ کی نظر
آہستہ سے یہ فرس سے کہا جھک کے زین پر
تو بھی تو فرطِ تشنہ لبی سے اُداس ہے
لے بے زبان پی لے کہ دو دن کی پیاس ہے

۳۷

لیکن فرس نے بھی وہ ثبوتِ وفا دیا
جس کا نہ پاس شام کے انسان نے کیا
لہریں جو پاس آکے اُٹھیں منہ پھرالیا
راکب کا رازدار تھا پانی نہیں پیا
مطلب یہ تھا لبوں کی طراوٹ سے کیا جیوں
آلِ رسولؐ پیاسی رہے اور میں پیئوں،

۳۸

عباسِؑ باوفا نے جو دیکھا فرس کا حال
گردن تھپک کے بولے کہ سمجھے ترا ملال
ہے آلِ مصطفٰےؐ سے تجھے عشقِ بے مثال
انسانیت کا فخر بنے گا ترا خیال
اُلفت کا حُسن بن کے زمانے پہ چھائے گا
میری وفا کے ساتھ ترا نام آئے گا

(۳۹)

یہ کہہ کے ڈالا نہر میں مشکیزہ ایک بار
بھرنے لگے جو آب جگر ہو گیا فگار
پھرنے لگا نگاہ میں بچوں کا اضطرار
چھایا دماغ و دل پہ سکینہ کا انتظار
غم کا وجود درد کی تاثیر بن گئی
پانی پہ صاف پیاسوں کی تصویر بن گئی

(۴۰)

نظریں پھرا کے شیر نے مشکیزہ بھر لیا
تھی پیاس تین دن کی مگر غم نہیں کیا
پینے کی آرزو جو ہوئی خونِ دل پیا
یاد آ گئی بھتیجی تو خود کو بھلا دیا
دل سے کہا خلافِ مروّت یہ کام ہے
پانی تجھے بغیرِ سکینہ حرام ہے

(۴۱)

یہ کہہ کے موڑی نہر سے شبدیز کی لجام
نکلے تو سامنے ہوا فوجوں کا اژدھام
آفت کی برچھیوں میں گھرا بازوئے امام
بارہ ہزار تیغیں تھیں اور ایک تشنہ کام
بادل تھے ظلمتوں کے علیؑ کے نشان پر
تیروں کا مینہ برسنے لگا ایک جان پر

(۴۲)

مشکیزہ رکھ کے چھاتی پہ کہتے تھے بار بار
یارب نہ رائیگاں ہو سکینہ کا انتظار
معبود تیری راہ میں عباسؑ ہوشیار
لیکن عیاں ہے تجھ پہ غریبوں کا اضطرار
شرمندہ آج تیرے ولی کا خلف نہ ہو
سقہ بنا ہوں جس کا وہ بچی تلف نہ ہو

(۴۳)

مشکل سے یہ کہا تھا کہ بازو قلم ہوا
ٹھنڈا لبِ فرات علیؑ کا علم ہوا
سنبھلے نہ تھے ابھی کہ ستم پر ستم ہوا
مشکیزہ چھد گیا سرِ عباسؑ خم ہوا
خوں بہہ گیا تمام بدن کا کھڑے کھڑے
پانی اُدھر بہا اِدھر عباسؑ گر پڑے

(۴۴)

گرتے ہوئے صدا یہ شہِ بے وطن کو دی
صدقے ہوا غلام خبر لو غلام کی
شاہد ہے میرے حال پہ خود میری بے بسی
پانی نہ لا سکا مجھے حسرت یہ رہ گئی
دل اُٹھ گیا ہے آپ کے خادم کا جینے سے
شرمندہ ہو کے رُوح نکلتی ہے سینے سے

۴۵

دوڑے حسینؑ سُن کے برادر کی یہ صدا
آئے قریبِ لاش تو دیکھا یہ واقعہ
آہستہ کہہ رہے ہیں یہ عباسؑ باوفا
یارب تری پناہ میں زہرا کا لاڈلا
جو مصطفےٰ کی آل ہیں اُن سب کی خیر ہو
پروردگار چادرِ زینبؑ کی خیر ہو

۴۶

بھائی کے اس کلام سے تھرا گئے امام
آواز دی کہ اے مرے مونس خجستہ کام
آیا حسینؑ ہوش کرو میرے لالہ فام
نرغہ ہے ظالموں کا نہیں دیر کا مقام
ہے منتظر جو خیمے میں زینبؑ کھڑی ہوئی
ڈیوڑھی پہ ہیں سکینہؑ کی آنکھیں لگی ہوئی

(۴۷)

نامِ سکینہؑ سنتے ہی عباسؑ نے کہا
یا شاہ اِس غلام نوازی پہ میں فدا
شکرِ خدا کہ آخری دیدار کر لیا
لیکن دمِ اخیر یہ کرتا ہوں التجا
مولا نہ میری روح کو تڑپائیگا آپ
خیمے میں میری لاش نہ لے جائیگا آپ

(۴۸)

اِتنا ابھی کہا تھا کہ سینے میں دم رُکا
سر فاطمہؑ کے لال نے زانو پہ رکھ لیا
اللہ رے یہ رُتبۂ عباسِ باوفا
شبیرؑ صاف کرتے تھے چہرہ لہو بھرا
پروانہ تھے جو عشقِ شہِ مشرقین کے
سینے سے روح نکلی قدم پر حسینؑ کے

(۴۹)

جس دم شہید ہو گئے عباسِ ذی حشم
لائے حسینؑ خون میں ڈوبا ہوا علم
آواز دی کہ اے حرم سیّد الاُمم
کھو آئے اپنے بھائی کو دشتِ بلا میں ہم
یاور رہا نہ فاطمہؑ کے نورِ عین کا
لو اب تمام ہو گیا لشکر حسینؑ کا

(۵۰)

لشکر وہ اب رہا نہ وہ لشکر کے نوجواں
باقی نشاں ہے قتل ہوا صاحبِ نشاں
اب زندگی حسینؑ کی خاطر ہوئی گراں
گویا نکل گئی قفسِ عنصری سے جاں
کوئی نہیں جو آ کے بچا لے حسینؑ کو
اب جس کے جی میں آئے ستا لے حسینؑ کو

(۵۱)

پہنچی جو اہلِ بیت میں یہ درد کی خبر
سیدانیوں نے کھول دیئے اپنے اپنے سر
ماتم ہوا حُسینؑ کے غازی کا اس قدر
اک ابرِ یاس چھا گیا زہراؑ کی آل پر
غش آ گیا نگاہ میں دنیا اُلٹ گئی
زینبؑ کی آس بھائی کے جینے سے ہٹ گئی

(۵۲)

تھی ایک سمت زوجۂ عباسؑ نامور
وارث کے واسطے جو سنی موت کی خبر
سکتہ سا ہو گیا یہ ہوا قلب پر اثر
حسرت بھری نشان پہ صاحب کے کی نظر
چہرہ بھی زرد ہو گیا آہیں نہ بھر سکی
شوہر کا حکم یاد رہا اُف نہ کر سکی

۵۴

شوہر کا حکم تھا کہ میرے بعد دیکھنا
کرنا نہ سر کے بال پریشاں مطلقاً
زوجہ ہو با وفا کی تصور رہے ذرا
چھٹنے نہ پائے شہ کی اطاعت کا سلسلہ
لے لینا بنت شاہِ مدینہ کو گود میں
بہلانا میرے بعد سکینہؑ کو گود میں

maablib.org

بیدار خیالوں کا مقدر تُو ہے
ہستی کے لئے داورِ محشر تُو ہے
پیغمبرِ اعظمؐ کی قسم اے شبیرؑ
عزت کے تحفظ کا پیمبر تُو ہے

محکم کہیں کہیں متشابہ ترا کلام!
یارب عجیب راز یہ قرآں میں بھر دیا
اب تک مفسروں کا اُلجھنا دلیل ہے
دُنیا کو اہلِ بیت کا محتاج کر دیا

جہادِ زینبؑ

پھر آگیا ہونٹوں پہ دھواں آتشِ غم سے

ہاتھوں میں لئے چادرِ زینبؑ کی ترازو
اکبرؑ کی جوانی سے تجھے تول لیا ہے
اب اور کہاں جائے گی اے شوکتِ اسلام
شبیرؑ نے سر دے کے تجھے مول لیا ہے

سُن لیں یہ بات ملتِ جعفر کی بیٹیاں
بے پردگی خلل ہے خدا کے نظام میں
وقت آگیا تو چہرے پہ بالوں کو ڈال کر
زینبؑ نے پردہ رکھ لیا بازارِ شام میں

(۱)

پھر آ گیا ہونٹوں پہ دھواں آتشِ غم سے
پھر آج برستا ہے لہو دیدۂ نم سے
پھر درد اٹھا تذکرۂ صبر و ستم سے
پھر آج یہ آتی ہے صدا نوکِ قلم سے
اِک قافلہ ماضی کے تصور میں عیاں ہے
اب سامنے زینبؑ کی اسیری کا بیاں ہے

(۲)

پھر آج لرزتا ہے بدن بید کی صورت
پھر آج نگاہوں میں ہے تصویرِ قیامت
یاد آ گئی پھر آلِ محمدؐ کی مصیبت
پھر شام کے طوفان سے ٹکرائی طبیعت
درپیش ہیں ماں جائے سے ماں جائی کی باتیں
پھر کہتا ہوں یثرب کے بہن بھائی کی باتیں

(۳)

آ میرے ہم آواز! سناؤں وہ فسانہ
روتا ہے لہو جس کی حقیقت پہ زمانہ
دنیا جو ہوئی دولتِ فاسق کا نشانہ
لوٹا گیا صحرا میں محمدؐ کا گھرانہ
اُمت نے دیا ساتھ یزیدِ اموی کا
سر کاٹ لیا زر کے لئے سبطِ نبیؐ کا

(۴)

یوں پھر گئے اولادِ پیمبرؐ سے مُسلماں
نسبت نہ رکھیں جس سے کسی دین کے انساں
بڑھتے رہے سادات پہ یوں ظلم کے طوفاں
ہے جن کے لئے دیدۂ تاریخ بھی حیراں
سربستہ ہوا تھا جو مدینے کی فضا میں
وہ راز کھلا معرکۂ کرب و بلا میں

۵

جب داخلِ کوفہ ہوئی اولادِ پیمبرؐ
اونٹوں پہ رسن بستہ پریشان کھُلے سر
عابدؑ سے یہ زینبؑ نے کہا اے مرے دلبر
کس شہر میں لائے ہیں ہمیں ظُلم کے خوگر
گھبراتا ہے دِل صُورتِ آلام ہے بیٹا
بتلاؤ تو اس شہر کا کیا نام ہے بیٹا

۶

آباد ہیں اِس شہر میں کس دین کے انساں
کافر ہیں یہاں لوگ کہ بستے ہیں مسلماں
وابستۂ انجیل ہیں یا پیرو قُرآں
کیا واقفِ توحید ہے اس شہر کا سُلطاں
تعریف یہاں کس کی بیاں ہوتی ہے بیٹا
اس شہر میں وحدت کی اذاں ہوتی ہے بیٹا

(۷)

اس شہر میں لیتا ہے کوئی نام پیمبرؐ
اِس شہر میں رہتا ہے کوئی عاشقِ حیدرؑ
خاموش ہو کیوں کچھ تو کہو عابدِ مضطر
اس شہر میں دیکھا ہے کوئی واقفِ جعفرؑ
شیدا ہے یہاں پر کوئی زہراؑ کے چمن کا
اِس شہر میں ہے کوئی طرفدار حسنؑ کا

(۸)

یہ سُن کے تڑپنے لگا عابدؑ کا کلیجا
گردوں پہ نظر ڈال کے آغاز کو دیکھا
پھر بولے کہ اے مری پھوپھی ثانیٔ زہراؑ
اِس شہر کو دنیا کی زباں کہتی ہے کوفا
ظاہر میں تو اسلام کی آباد زمیں ہے
پر آلِ محمدؐ کا کوئی دوست نہیں ہے

۹

عابدؔ نے لیا نام جو کوفے کا تو یک بار
زینبؑ کی نگاہوں میں پھرے حیدرِ کرار
افسوس کہ دیکھا تھا جہاں باپ کا دربار
لائی تھی وہاں گردشِ تقدیر گرفتار
شہزادی جہاں پر کبھی کہلائی تھی زینبؑ
افسوس رسن بستہ وہاں آئی تھی زینبؑ

۱۰

اتنے میں کسی شخص نے لشکر سے یہ پوچھا
مارا ہے کسے لوٹا ہے یہ قافلہ کس کا
تھا کون بنے جس کے حرم آج تماشہ
تھا کون خطاوار ملی جس کو یہ ایذا
لشکر نے کہا صرف بغاوت کی سزا ہے
باغی تھا حکومت کا جسے لوٹ لیا ہے

(۱۱)

زینبؑ نے سنا لفظِ بغاوت تو سنبھل کر
خطبہ یہ دیا مثلِ نبیؐ صورتِ حیدرؑ
زندہ ہے ابھی کہنے کو مظلومؑ کی خواہر
پردہ نہ پڑے گا مرے بھائی کے لہو پر
یہ حق و صداقت کی صدا چھا کے رہے گی
ہر ذرّے سے آوازِ حسینؑ آ کے رہے گی

(۱۲)

احمدؐ کے نواسے پہ بغاوت کا ہے الزام
کہتے ہو کہ باغی کا یہی ہوتا ہے انجام
انصاف کرو کون ہوا باغیٔ اسلام
کس نے نہ دیا احمدِؐ مختار کا پیغام
وہ کون ہے جو نشۂ دنیا میں پڑا ہے
قرآں کی حفاظت کے لئے کون لڑا ہے

(۱۳)

اے کوفیو کیوں بھول گئے صدق بیانی
انصاف ہے دنیا میں حقیقت کی نشانی
گر یاد نہیں تم کو محمدؐ کی زبانی
محفوظ ہے قرآں میں کس گھر کی کہانی
جو حافظِ قرآں ہیں وہ تفسیر سُنا دیں
ہے کن کے لئے آیۂ تطہیر بتا دیں

(۱۴)

تم کو یہ گماں ہے کہ مٹا نامِ شریعت
قائم ہوئی بدکار زمانہ کی خلافت
تم کو یہ گماں ہے بجھی شمعِ امامت
باقی نہ رہا اب کوئی اندیشۂ بیعت
لیکن بخدا ظلم کی قوت نہ رہے گی
اسلام کے دشمن کی حکومت نہ رہے گی

(۱۵)

اے کوفیو کس گھر سے ملی تم کو ہدایت
کس گھر نے سکھائے تمہیں آئینِ حکومت
اے کوفیو کس گھر نے دیا نورِ محبت
کس گھر نے عطا کی تمہیں قرآن کی دولت
کس گھر کے سبق نے تمہیں انسان بنایا
بولو تمہیں کس گھر نے مسلمان بنایا

(۱۶)

کیوں تم نے رکھا ظلم روا کچھ تو بتادو
کس جرم پہ دی ہے یہ سزا کچھ تو بتادو
نفرت کا سبب وجہِ جفا کچھ تو بتادو
اے کوفیو اس گھر کی خطا کچھ تو بتادو
خاموش ہو کیوں حق کی صدا کوئی نہیں ہے
شاید یہ خطا ہے کہ خطا کوئی نہیں ہے

(۱۷)

بولو مرے نانا نے کسی گھر کو جلایا
قیدی کسی مظلوم مسافر کو بنایا
بولو مرے بابا نے یتیموں کو رُلایا
اور لوٹ کے بیواؤں کو سر ننگے پھرایا
دیکھا ہے کسی اہل وطن غیرِ وطن نے
دُرّے کسی معصوم کو مارے تھے حسنؑ نے

(۱۸)

تقریر یہ کرتی تھی ابھی زینبِ لاچار
ناگاہ نظر آنے لگا کوُفے کا دربار
غیرت کا پسینہ ہوا ماتھے پہ نمُودار
دِل میں یہ خیال آیا کہ جاؤں گی نہ زنہار
ناقے سے کہا بہرِ خُدا رُخ نہ اُدھر کر
حیوان ہے لیکن مرے پردے پہ نظر کر

(۱۹)

یہ کہہ کے سر پاک اٹھایا تو یہ دیکھا
کچھ کہتا ہے نیزے پہ محمدؐ کا نواسا
ظاہر رُخِ انور پہ ہے اِک اشکوں کا دریا
کیا کہہ دیا ماں جائے نے ماںجائی نے سمجھا
کچھ اتنا اثر کر دیا اشکوں کے سخن نے
اپنا لیا بھائی کے اشارے کو بہن نے

(۲۰)

بھائی کا اشارہ تھا بہن ہوش میں آؤ
مظلوم برادر کی وصیت نہ بھلاؤ
طوفان میں کشتی ہے مرا ہاتھ بٹاؤ
بھائی سے محبت ہے تو آنسو نہ بہاؤ
پروانہ کرو آج اگر ظلم روا ہے،
تم صبر کرو صبر خدا دیکھ رہا ہے

۲۱

زینبؑ مری محنت کہیں برباد نہ جائے
بیکس کی ریاضت پہ زوال آنے نہ پائے
پردیس میں جو دولتِ اولاد لٹائے
اُس دِل کے ارادوں پہ کہیں حرف نہ آئے
زینبؑ ابھی آغاز ہے انجام نہیں ہے
یہ منزلِ کوفہ ہے ابھی شام نہیں ہے

۲۲

دربار میں جاتے ہوئے گھبراتی ہو ہمشیر
کیا آج نگاہوں میں نہیں ہمتِ شبیر
بالوں سے عبث منہ کے چھپانے کی ہے تدبیر
کیا میری بہن سر پہ نہیں چادرِ تطہیر
کچھ غم نہ کرو آج بظاہر جو کھلا ہے
بیٹی کے سرِ پاک پہ اماں کی ردا ہے

(۲۳)

لو جاؤ بہن ہمتِ شبیرؑ دکھادو
ایوانِ ستم کے در و دیوار ھلادو
انسان کی سوئی ہوئی تہذیب جگادو
دنیا کو مری فتح کا پیغام سُنادو
بڑھتے ہوئے سیلاب کا رُخ موڑ دو زینبؑ
اسلام کے غدار کا منہ توڑ دو زینبؑ

(۲۴)

شکوہ نہ کرو قاسمِ مضطر کی قسم ہے
کھولو نہ زباں چھوٹے برادر کی قسم ہے
آہیں نہ بھرو لاشۂ اصغرؑ کی قسم ہے
غصے میں نہ آؤ علی اکبرؑ کی قسم ہے
بھائی کے عمل وقت کی رفتار کو دیکھو
زنجیروں کو اور عابدؑ بیمار کو دیکھو

(۲۵)

بھائی کے اشارے میں جو تلقین یہ پائی
تھرّا گئی اکدم اسد اللہ کی جائی
برچھی وہ تصور نے کلیجے پہ لگائی
اٹھارہ برس والے کی صورت نظر آئی
مجبور ہوئی ہاتھ بندھے تھے جو کمر سے
لی گود کے پالے کی بلا دستِ نظر سے

(۲۶)

پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں یہ کی بھائی سے تقریر
اچھا مرے ماں جائے نہ گھبرائے گی ہمشیر
خوش ہو کے اٹھا لے گی ہر اک ذلت و تحقیر
زینبؑ کی رضا کچھ نہیں جو مرضیٔ شبیرؑ
ماں جائے کا ہر حکم بجا لائے گی زینبؑ
لے جائیں گے جس طرح چلی جائیگی زینبؑ

(۲۷)

اب چشم کہیں اشک جو بھر لائے تو کہنا
غم سے دلِ زینبؑ نہ سکوں پائے تو کہنا
پیشانیٔ خواہر پہ شکن آئے تو کہنا
ظالم کی حکومت نہ الٹ جائے تو کہنا
ہر منزلِ دشوار کو آسان کرے گی
بھیّا یہ بہن فتح کا اعلان کرے گی

(۲۸)

اسلام کے دشمن کو یہ ہو جائے گا معلوم
جھکتے نہیں تلوار سے اسلام کے مخدوم
بھیّا میں زمانے کو بتا دوں گی یہ مفہوم
حق پر ہو تو ظالم کو مٹا دیتا ہے مظلوم
ہے کفر عبث مصطفوی شان کے آگے
جادو کبھی چلتا نہیں قرآن کے آگے

۲۹

بھتیا مجھے اکبرؑ کی قسم دی ہے تو سُن لو
خطبوں سے ہلا دوں گی میں ایوانِ ستم کو
پروا نہیں اب شام کی گلیوں میں گذر ہو
کیا کرتی ہے اب خواہرِ مغموم یہ دیکھو
دربارِ جفا کار ہو یا قید کی راتیں
دہراؤں گی ماں جائے کے کردار کی باتیں

۳۰

درپیش جو اب شام کا رستہ ہے تو کیا ہے
رستے میں جفاؤں کا اندھیرا ہے تو کیا ہے
ہاتھوں کو پسِ پشت جو باندھا ہے تو کیا ہے
بھتیا مجھے کانٹوں پہ بھی چلنا ہے تو کیا ہے
اُس لال پہ قربان ہر اِک آن رہوں گی
میں عابدِ مضطر کی نگہبان رہوں گی

(۲۱)

مانجائے سے مانجائی نے اتنا ہی کہا تھا
کچھ دور پہ اک لاشۂ بے سر نظر آیا
پہلے اسے زینبؑ نے بڑے غور سے دیکھا
پھر ضبط کے انداز میں عابدؑ سے یہ پوچھا
اے نورِ نظر خون کے رشتے پہ یقیں ہے
بیٹا یہ کہیں لاشۂ مُسلم تو نہیں ہے

(۲۲)

عابدؑ نے کہا کیسے کہوں اے پھوپھی اماں
لاریب یہی ہیں مرے مظلوم چچا جاں
ہے پاؤں میں باندھی ہوئی رسّی سے نمایاں
لاشے کو یہاں کھینچ کے لائے ہیں مُسلماں
بابا کی طرح یہ بھی رہے قیدِ جفا میں
یہ کوفے کے بازار میں وہ کرب و بلا میں

(۴۳)

یہ سنتے ہی اک بار جھکی ثانیٔ زہرا
شاید یہی بے ساختہ جھکنے کا سبب تھا
احساس کے عالم میں یہ لاشے سے تھی گویا
اچھا ہوا بھیا مجھے سر ننگے نہ دیکھا
پردیس میں سر اپنا تو کٹوا دیا مسلم
بچوں کو مگر کس کے حوالے کیا مسلم

(۴۴)

القصہ ہوئے اہلِ حرم داخلِ دربار
مصروف جہاں بادہ کشی میں تھے خطاکار
آواز یہ دی شمرِ لعیں نے ہاں قیدیو ہشیار
اب سامنے حاکم ہے خبردار خبردار
مطلق نہ ہلیں ہونٹ یہ تاکید ہے سب سے
سر اپنا اٹھائے نہ کوئی پاسِ ادب سے

(۳۵)

ناقوں پہ جو بیٹھے ہیں وہ نیچے اُتر آئیں
حاکم نہ غضبناک ہو یہ خیر منائیں
کیا جانیے کس رنگ میں نازل ہوں بلائیں
فکر اپنی کریں وارثوں کی یاد بھلائیں
ہے ابنِ زیاد آج مسرت کے نشے میں
لازم ہے رسن جملہ اسیروں کے گلے میں

(۳۶)

یہ سُنتے ہی ناقوں کا ٹھہرنا تھا قیامت
ناقوں سے اسیروں کا اُترنا تھا قیامت
بچوں کا نئے ظلم سے ڈرنا تھا قیامت
اس دور سے زینبؑ کا گذرنا تھا قیامت
سنبھلا نہ گیا ہاتھ پسِ پُشت بندھے تھے
ایسے ہی گری جیسے کہ عباسؑ گرے تھے

(۳۷)

کہتے ہیں کہ اس وقت فقط عابدِ بیمار
زنجیر سنبھالے ہوئے دوڑے تھے بہ دشوار
فضہؔ کی صدا آئی تھی "یا حیدرِ کرّار"
کہتے ہیں پکاری تھی سکینہ جگر افگار
کیا نہر پہ سوتے ہو چلے آؤ چچا جان
دُرّے پھوپھی اماں کو نہ کھلواؤ چچا جان

(۳۸)

عابدؔ کے سہارے سے محمدؐ کی نواسی
معصوم سکینہؔ کی طرف دیکھ کے اُٹھی
اُٹھی تو بڑے ضبط کے انداز میں بولی
عابدؔ مرے معصوم کی تحریر یہی تھی
دنیا کا جو ارمانِ جفا ہے وہ نکل جائے
اسلام کی گرتی ہوئی دیوار سنبھل جائے

(۳۹)

بعد اس کے قطاروں میں کھڑے ہوگئے قیدی
گنتی ہوئی نیزوں پہ شہیدوں کے سروں کی
حاکم نے بن سعد سے تفصیل جو پوچھی
ہونے لگی پہلے سرِ شبیرؑ کی پیشی
یُوں طشت میں سر آیا ستمگار کے آگے
جیسے کوئی قرآن ہو میخوار کے آگے

(۴۰)

بدخواہ نے دیکھا جو سرِ سبطِ پیمبرؐ
نخوت کی اداؤں سے یہ کہنے لگا ہنس کر
کیوں ابنِ علیؑ کس کو ہوئی فتح میسّر
کس کو مرے لشکر نے دیا موت کا ساغر
جو عرش سے اُتری تھی وہ شمشیر کہاں ہے
اب آلِ محمدؐ کی وہ توقیر کہاں ہے

(۴۱)

پھر دیکھ کے عابدؑ کو سلاسل میں گرفتار
یوں کہنے لگا قہر کی آنکھوں سے جفا کار
شاید یہی شبیرؑ کا فرزند ہے بیمار
ہے موت کا پیغام جسے طوقِ گرانبار
صد شکر نبی زادیاں تشہیر ہوئی ہیں
رسوائیاں احمدؐ کے گھرانے کو ملی ہیں

(۴۲)

یہ لاف زنی سنتے ہی شبیرؑ کی خواہر
کہنے لگی کیا کہتا ہے خاموش ستمگر
دولت ہے ترے پاس ہمیں دین میسّر
قرآں میں ہے عزّتِ اولادِ پیمبرؐ
کم ہو نہیں سکتی کبھی توقیر ہماری
اسلام کی تقدیر ہے تشہیر ہماری

(۴۳)

اے ابنِ زیاد آ تنا بتادے ترا لشکر
میدان میں کس طرح لڑے وارثِ حیدرؑ
جب سبطِ نبیؐ آئے تھے بعدِ علی اصغرؑ
کیا کیا نہ کھُلے عرش کی تلوار کے جوہر
کہدے کوئی معراجِ وغا تھی کہ نہیں تھی
لشکر میں دُہائی کی صدا تھی کہ نہیں تھی

(۴۴)

حاضر ہے بنِ سعد تری فوج کا سردار
موجُود ہے کھولے تو زباں شمرِ ستمگار
انصاف سے کہدیں ترے پیدل ترے اسوار
کس کو مرے بھائی سے ہوئی جرأتِ پیکار
مرنے کی ہوا میں کسے جینے کا یقیں تھا
وہ کون بہادر تھا جو فرّار نہیں تھا

(۴۵)

ملتا نہ اگر واسطۂ احمدِؐ مُرسَل
بھائی کو اگر رحم نہ آتا سرِ مقتل
کیا چیز تھی کوفے کی گھٹا شام کا بادل
ظالم! اسرِ دربار نکلتے ترے کَس بَل
لیکن مرے ماں جائے نے اُمّت پہ نظر کی
یہ ہار نہیں جیت ہے زہرؑا کے پسر کی

(۴۶)

اے ابنِ زیاد آج بھرا ہے ترا دربار
بیٹھے ہیں بڑی شان سے دولت کے پرستار
ہوتا جو کوئی دینِ محمدؐ کا طرف دار
ہم پردہ نشینوں پہ گذرتی نہ یہ زنہار
بے پردگی ناموسِ رسالت کے لئے ہے
کافی یہ طمانچہ تری غیرت کے لئے ہے

(۴۷)

گونجی سرِ دربار جو زینبؑ کی یہ آواز
ٹکرا گئی ماضی سے خیالات کی پرواز
کچھ لوگوں کو یاد آنے لگے حیدری انداز
ہونے لگا ہمدردیٔ مظلوم کا آغاز
شرمندگیٔ فکر ہر انسان سے کھیلی
کوفے کی فضا درد کے طوفان سے کھیلی

(۴۸)

گھبرا کے اٹھا ابنِ زیادِ ستم آرا
داروغۂ زنداں کو جفا جو نے پکارا
بولا یہ اسیروں کی طرف کر کے اشارا
لیجا انہیں جلدی نہیں تاخیر گوارا
دربار کا انداز دگر دیکھ رہا ہوں
بدلی ہوئی لوگوں کی نظر دیکھ رہا ہوں

۴۹

چلنے جو لگے اہلِ حرم جانبِ زنداں
آنکھوں سے بہن بھائی کے سر پہ ہوئی قرباں
اُس وقت مگر بول اُٹھی گردشِ دوراں
قُربان ترے قافلہ سالارِ غریباں
مُنہ توڑ دیا دشمنِ اولادِ نبیؐ کا
اعلان کیا فتحِ حسینؑ ابنِ علیؑ کا

۵۰

قیصر کی زباں کہہ نہ سکے گی مرے ہمدم
زینبؑ نے اُٹھائے جو ستم ظلم نئے غم
سمجھا گیا کوفے کا بدلتا ہُوا عالم
زینبؑ سے اُٹھا مقصدِ شبیرؑ کا پرچم
باطل کے ہر اِک زعم کی تصویر مٹادی
زینبؑ کی اسیری نے شہادت کو بقا دی

○

بزمِ جہاں میں جلوۂ ایمان بن گئے

تابندگیٔ سجدۂ انسان بن گئے

قطرے تری جبیں سے جو ٹپکے تھے اے حسینؑ

انسانیت کی گود میں قرآن بن گئے

○

مل جائے گا وادیٔ حقیقت کا سُراغ

کردار پہ خود شاہدِ عینی بن جا

منزل کے لئے ٹھوکریں کھانے والے

منزل تجھے ڈھونڈے گی حسینیؑ بن جا

یتیمانِ مُسلم

دِل والو سُنو واقعہ اشک فشانی

maablib.org

○

احساس غم و درد میں ڈھل جاتا ہے
ماضی کا ورق رُوح کو تڑپاتا ہے
جب کہتا ہے غربت کی کہانی کوئی
مُسلم کے یتیموں کا خیال آتا ہے

○

بے رحم زمانے کی ادائیں توبہ
اسلام کے پردے میں جفائیں توبہ
دولت کے عوض آلِ محمّد کا لہو
کُرنے میں قیامت کی ہوائیں توبہ

۱

دِل والو! سنو واقعۂ اشک فشانی
کوفے کی ستم گار فضاؤں کی زبانی
تاریخ کی آنکھوں سے اُبلتا ہوا پانی
یُوں کہتا ہے مُسلم کے یتیموں کی کہانی
پردیس میں بچّوں پہ عجب وقت پڑا تھا
ہر گام پہ آسیبِ اجل سر پہ کھڑا تھا

۲

معصوم تھے یُوں کوفے کی گلیوں میں پریشاں
جیسے کسی صحرا میں اُڑے بُوئے گلستاں
غربت کا کنواں اور وہ رشکِ مہِ کنعاں
کانٹوں سے بھری سیج پہ جیسے گُلِ خنداں
تھا رنگ نیا تفرقۂ رُوح و بدن میں
دو چاند تھے یثرب کے جو آئے تھے گہن میں

(۳)

راتوں میں کبھی خوف اگلتی ہوئی راہیں
دیتی تھیں صدا دیکھ کے بچّوں کی نگاہیں
جاتے ہو کہاں ڈالے ہوئے باہوں میں باہیں
کوئی نہ بچائیگا عبث بھرتے ہو آہیں
رحم آئے جسے ایسا مسلمان نہیں ہے
اس کونے میں بچو کوئی انسان نہیں ہے

(۴)

بیٹے کبھیں ڈر کر تو سنی خاک سے فریاد
بچّو یہ اندھیرا کہیں بن جائے نہ جلّاد
کہنے کو بھرے شہر میں ہیں صاحبِ اولاد
کہنے کو بہت ماؤں کی ہیں گودیاں آباد
لیکن کوئی تم پر نہ ترس کھائے گا بچّو!
یہ شہر تمہیں ٹھوکریں کھلوائے گا بچّو!

۵

استادہ ہوئے جب کسی دیوار سے لگ کر
پیدا ہوئی آواز یہ بے جان لبوں پر
دیکھے نہیں اس عمر میں اس شان کے بے گھر
ان چاند سے چہروں کو سدا روئے گی مادر
مقدور اگر ہو انہیں دامن میں چھپا لوں
ان بچّوں کو جلّاد نگاہوں سے بچا لوں

۶

تھک کر جو کہیں دم لیا سائے میں شجر کے
شاخوں نے ترس کھا کے یہ دہرا دیئے جملے
یارب نہ پریشاں ہوں کسی باغ کے غنچے
یُوں بھی نہ لُٹیں حسرت ارماں کے شگوفے
معصوم نہ اس طرح گرفتارِ بلا ہوں
بچّے نہ کسی باپ سے غربت میں جُدا ہوں

۷

کہتی تھی ہوا چوم کے مٹی سے بھرے بال
اُس ماں کو خبر کیجیئے جس ماں کے ہیں یہ لال
آئینۂ تقدیر میں یہ گردشِ احوال
روئے گی خزاں بھی وہ گُلِ تر ہوئے پامال
کیا کیا نہ ستم وقت کے سانچے میں ڈھلے ہیں
خاک اُن کے سروں پر ہے جو نازوں کے پلے ہیں

۸

کہتا تھا کبھی چاند سے ماتھوں پہ پسینہ
افسوس کہاں آ گئے اشرافِ مدینہ
بچوں پہ کیا ختم جفاؤں کا قرینہ
ڈُوبا ہے زمانے کی حمیّت کا سفینہ
غیروں کے الم جن کے اب و جد نے سہے ہیں
وہ کوفے میں بے آب و غذا گھوم رہے ہیں

۹

آتی تھی کبھی پیروں کے زخموں سے یہ آواز
آؤ تو ذرا خلد سے اے مُسلمِ جانباز
بھائی کے سوا کوئی نہیں بھائی کا دمساز
دیکھو تو سہی لاڈلوں کے لاڈلے انداز
دونوں نے بڑے پیار سے دُکھ درد ہیں بانٹے
اک سوتا ہے اور دُوسرا چُن لیتا ہے کانٹے

۱۰

کہتا تھا زمانے سے پھٹے کُرتوں کا عالم
کیوں ایسے غریبوں پہ نہ ہو شیون و ماتم
جس گھر سے ہوئی غیروں کو پوشاک فراہم
اُس گھر کے یتیموں کو فقط دیدۂ پُر نم
اسبابِ سفر جن کے گھرانے نے دیئے ہیں
محتاج وہی جسم چھُپانے کے لئے ہیں

(۱۱)

کہتی تھی قدم چوم کے جنگل کی اُداسی
بچو! تمہیں کس جُرم پہ دُنیا نے سزا دی
دیکھی ہے مگر ایسی یتیمی نہیں دیکھی
ہونٹوں پہ ہے تکبیر تو فاقوں کی ادا بھی
گذری ہوئی حالت کا پتہ دیتی ہیں آنکھیں
پیاسوں کی نقاہت کا پتہ دیتی ہیں آنکھیں

(۱۲)

جاتے تھے اگر پیاس بجھانے کسی در پر
اور دیتا تھا کھانا کوئی معصوم سمجھ کر
دونوں بڑی حسرت سے یہ کہتے تھے برابر
اس امر کی دے تجھ کو جزا خالقِ اکبر
لیکن یہ بتا گر تجھے قرآں پہ یقیں ہے
اے بھائی یہ کھانا کہیں صدقہ تو نہیں ہے

۱۳

لکھا ہے کہ جب ہوگئی مسلم کی شہادت
مسلم کے یتیموں پہ گرا کوہِ مصیبت
کوفے میں یہ ہونے لگا اعلانِ حکومت
مقصود ہے مسلم کے یتیموں کی حراست
ہر شکل میں انعام کو تقدیر بناؤ
زندہ نہیں لاسکتے تو سر کاٹ کے لاؤ

۱۴

یہ سنتے ہی اعلان زر و مال کے بندے
ہاتھوں میں چمکتے ہوئے خنجر لئے اُٹھے
پر خائف جو تھی احمدِ مختار کے گھر سے
یہ کہتے ہوئے کوفے کے بازاروں میں نکلے
ہم درہم و دینار سے دامن کو بھریں گے
بچوں کے گلے کاٹ کے دل شاد کریں گے

(۱۵)

تھا جملہ ستمگاروں میں حارث جو ستمگر

اِک ظلم کا طُوفاں لئے پھرنے لگا دردر

کہتا تھا کہ معصُوم کہاں جائینگے بچ کر

اب خُون یتیموں کا پیئے گا مرا خنجر

ایماں سے تعلق ہے نہ عقبیٰ سے غرض ہے

مجھ کو تو فقط دولتِ دُنیا سے غرض ہے

(۱۶)

مِل جائیں گے بچّے تو سنور جائیگی قسمت

قسمت ہے مری حاکمِ کوفہ کی عنایت

کیا نعمتِ فردوس ہے کیا چیز ہے جنّت

ہے سب سے زیادہ مجھے دربار کی عزّت

بچّوں کو اگر موت کا پیغام ملے گا

حاکم سے مجھے خلعت و انعام ملے گا

۱۷

حارث تو اِدھر باندھ رہا تھا یہ ارادے
معصوم اُدھر جائے اماں ڈھونڈ رہے تھے
یُوں چار طرف گردشِ قسمت کے تھے پہرے
گھبرا کے یہ آپس میں بیاں کرتے تھے بچّے
اس ظُلم کے طُوفان میں کیوں آئے تھے بابا
آئے تھے تو کیوں ساتھ ہمیں لائے تھے بابا

۱۸

چھوٹا کبھی کہتا تھا بڑے بھائی سے رو کر
بھیّا نہیں معلوم کہ بابا ہیں کہاں پر
ہم ٹھوکریں کھاتے ہوئے کیوں پھرتے ہیں دربدر
اس حال میں بھیّا مرا دل کہتا ہے اکثر
شاید کہ خبر کی نہیں بابا نے کسی کو
لائیں گے مدد کے لئے فرزندِ نبیؐ کو

(۱۹)

کچھ آپ کو ہے علم بتا دیجئے بھیّا
کمّے سے یہاں تک ہے بھلا فاصلہ کتنا
کب تک اُسی منزل پہ پہنچ جائینگے بابا
ٹھہرے ہیں جہاں سب کو لئے سیّدِ والا
اکبرؑ ہمیں لینے کے لئے آئیں گے کب تک
اس کوفے سے بابا ہمیں بلوائیں گے کب تک

(۲۰)

دل کہتا ہے اماں کو یہ حالت نہیں معلوم
ہم جس میں گھرے ہیں یہ مصیبت نہیں معلوم
بابا سے جُدائی کی حکایت نہیں معلوم
پردیس میں کیا ہو گئی صورت نہیں معلوم
ممکن نہیں عبّاس کہیں دیر لگاتے
اماں کو خبر ہوتی تو ماموں چلے آتے

(۲۱)

ہم نے تو کسی دل کو ستایا نہیں بھیّا
ہنستے ہوئے بچّوں کو رُلایا نہیں بھیّا
سامان کسی گھر سے چُرایا نہیں بھیّا
اِک پھل بھی کسی باغ سے کھایا نہیں بھیّا
کیا جُرم کیا ہم نے خطا کون سی کی ہے
بھیّا ہمیں کس واسطے یہ دربدری ہے

(۲۲)

بھیّا مجھے بابا نے بتایا ہے کئی بار
ہے کوفے کی جانب لحد حیدرؑ کرّار
اُن سے تو زیادہ کوئی اپنا نہیں غم خوار
بہتر ہے وہاں جاکے کریں درد کا اظہار
مطلوب ہے نانا کی طرف جانے کا رستہ
بھیّا ہمیں مل جائے نجف جانے کا رستہ

(۲۳)

کہتا تھا بڑا بھائی کلیجے سے لگا کر
سچ کہتے ہو سچ کہتے ہو اے جانِ برادر
اماں کو نہیں علم گذرتی ہے جو ہم پر
اس حال سے واقف نہیں بھیا علی اکبرؑ
لیکن یہ دعا مانگو ادھر کوئی نہ آئے
تقدیر کبھی کوفے میں اماں کو نہ لائے

(۲۴)

کس طرح سے ہم جائیں گے نانا کی لحد پر
راہوں میں ہر اک سمت ہیں موجود ستمگر
ہیں پوچھنے والے تو فقط نیزہ و خنجر
سمجھیں کسے ہمدرد کہیں کس سے یہ جا کر
کہنے کو تو کوفے سے نجف پاس ہے بھائی
ہم دونوں کی قسمت میں مگر یاس ہے بھائی

(۲۵)

تقریر یہ کرتا تھا اِدھر بھائی سے بھائی
تقدیر اُدھر حارثِ بے رحم کو لائی
ظالم کو جو معصوموں کی صُورت نظر آئی
سمجھا کہ یقیناً ہیں یہ مُسلم کی کمائی
کہنے لگا کُونے میں یہ تنویر کہاں ہے
ان بچّوں کے انداز پہ مُسلم کا گماں ہے

(۲۶)

یہ کہتے ہی بچّوں کے قریب آیا جفا جُو
مانندِ اجل تھام لئے دونوں کے گیسُو
اور کھینچ کے غصّے میں یہ کہنے لگا بد خُو
میں نے تمہیں ڈھونڈ لیا کُونے میں ہر سُو
اس وقت مری کوششِ کامل سے ملے ہو
تم دونوں تو مجھ کو بڑی مُشکل سے ملے ہو

(۲۷)

تکلیف ہوئی زلفوں کے کھنچنے میں تو اِک بار
بچوں نے تڑپ کر کہا یا حیدرؑ کرار
یا حیدرؑ کرار پہ بولا یہ ستم گار
گھبراتے ہو کیوں جلد چلے گی مری تلوار
انعام ملے گا مجھے حاکم سے یقیں ہے
سر دونوں کے کاٹوں گا کوئی دیر نہیں ہے

(۲۸)

یہ کہکے چلا دونوں کو لے کر سوئے دریا
جب آ گیا دریا پہ تو بچوں سے یہ پوچھا
ہے دونوں میں پہلے کسے مرنے کی تمنا
ہاں جلد بتاؤ تو کروں خاتمہ اُس کا
فرصت ملے اس کام سے آرام اُٹھاؤں
ہو جاؤں سبکدوش تو دربار میں جاؤں

(۲۹)

مُسلم کے بڑے لال نے سر اپنا جُھکا کر
حارث سے کہا پہلے مناسب ہے مرا سر
تڑپے نہ مرے آگے مرا چھوٹا برادر
کیا خوب جو پہلے میں پیوں موت کا ساغر
اے کاش جو ارمان ہے دل میں وہ نکل جائے
سر بھی مرا سجدے میں ہو تلوار بھی چل جائے

(۳۰)

یہ کہتے ہی کعبے کی طرف سر کو جُھکایا
اور بھائی کو خاموش نگاہوں سے بتایا
صد شُکر کہ نانا کی زیارت کا دن آیا
غُربت میں بہت بارِ غم و رنج اُٹھایا
کاشانۂ فردوس میں بابا سے ملیں گے
کچھ دیر میں ہم فاطمہ زہرًا سے ملیں گے

(۳۱)

ناگاہ ستم گار نے تلوار چلائی
بھائی نے یہ دیکھا کہ گرا خاک پہ بھائی
دھاروں میں لہو کی یہ حقیقت نظر آئی
ظاہر تھی مسافر کے تن و سر میں جدائی
خشکی پہ تو سر خوں میں ڈوبا نظر آیا
دریا میں تڑپتا ہوا لاشہ نظر آیا

(۳۲)

بھائی نے جو دیکھا یہ بڑے بھائی کا عالم
رُخ سوئے مدینہ کیا با دیدۂ پُرنم
آواز دی اے ختمِ رُسل نازشِ آدم
اُمّت نے کیا دین پہ دُنیا کو مقدّم
اب ظلم کی حد ہو گئی انسان کے ہاتھوں
ہم خوں میں نہاتے ہیں مسلمان کے ہاتھوں

(۴۳)

کیسے کہوں حارث نے کیا دوسرا اک وار
معصوم کی گردن سے ملی ظلم کی تلوار
یثرب میں تو کانپی لحدِ احمدِ مختار
مسلم کے تڑپنے سے ہلا کوفہ کا بازار
دریا میں اِدھر دوسرا لاشہ نظر آیا
گردوں سے اُدھر خون برستا نظر آیا

(۴۴)

حارث نے تو سر دونوں کے ہاتھوں میں اُٹھائے
لاشے وہاں موجوں نے یتیموں کے ہلائے
دریا نے تو مادر کی طرح اشک بہائے
الفاظ یہ کوفے کی فضاؤں نے سُنائے
اس شان کے دُنیا میں نہ معصوم ملیں گے
مُسلم کے یتیموں سے نہ مظلوم ملیں گے

(۳۵)

اس درد کے منظر پہ قلم رو گئے قیصرؔ
دریا بھی تڑپتا رہا لاشوں کے برابر
کیا جانئے آتا ہو یہ موجوں کی زباں پر
ہے خوب جو لے جائیں وہاں ہم یہ گلِ تر
پانی کے لئے گھاٹ پہ جب آئیں گے عباسؑ
پہچان کے ان لاشوں کو لے جائیں گے عباسؑ